ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

4 فروری 2004ء — 12 ذی الحجہ 1424ھ

5

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

نگاہے یا رسول اللہؐ نگاہے

حج اور عید الاضحیٰ کی اصل رُوح

توحید کا عظیم خزانہ

ربّ العالمین کی اطاعت

چوں از قومے یکے دانشی کرد

پاکستان کا مستقبل

جنگِ آزادی کا آخری معرکہ

سود سے متعلق ماہرین کی لاپروائی

کاروانِ خلافت: منزل بہ منزل

اسلام کا رشتہ

اے برادران ملت! یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی، جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا' مگر صحرائے افریقہ میں اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے صدائے اشھد ان لا الـه الا اللـه کی بازگشت گونجی۔ تاریخ کی نظریں جس وقت دجلہ وفرات کے کنارے پیروان اسلام کے نقش قدم گن رہی تھیں' عین اسی وقت گنگا اور جمنا کے کنارے سینکڑوں ہاتھ تھے جو خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونے کے لئے وضو کر رہے تھے۔ یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے' جن کو شیطان رجیم کی تفرقہ اندازیوں نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا' لیکن خدائے رحیم نے ان صدیوں کے بچھڑے ہوئے دلوں کو ایک دائمی صلح کے ذریعہ پھر ایک جگہ جمع کر دیا اور ان کے روٹھے ہوئے دلوں کو اس طرح ایک دوسرے سے منا دیا کہ تمام پچھلے شکوے اور شکایتیں بھول کر ایک دوسرے کے بھائی اور شریک رنج و راحت ہو گئے۔ ''اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر نازل کی گئی' جب کہ تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اسلام نے تمہارے دلوں میں محبت والفت پیدا کر دی اور تم دشمن کی جگہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے۔''

دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں' مگر اسلام کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے' بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے' ہوسکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت' خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا و محبت ٹوٹ جائیں۔ مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے' ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ایک ہندوستان کے نومسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح نسب قریشی سے پیوست و یک جان کرتا ہے' دنیا میں کوئی طاقت نہیں ہے جو اسے توڑ سکے اور اس زنجیر کو کاٹ سکے' جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسانوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے۔

ماخذ: خطبۂ کلکتہ 27 اکتوبر 1914ء

تحریر: مولانا ابوالکلام آزاد

سورۃ البقرۃ (آیت282)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی ؕ وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤی اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤی اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ ۪ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۝﴾

''مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے۔ نیز لکھنے والا جیسا اسے اللہ نے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور اللہ سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زرِ قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے۔ اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو مردوں کو ایسے معاملے کا گواہ کر لیا کرو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔ اور جب گواہ (گواہی کے لئے) طلب کئے جائیں تو انکار نہ کریں۔ اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اس (کی دستاویز) کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرنا۔ یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرینِ انصاف ہے اور شہادت کے لئے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے۔ اس سے تمہیں کسی طرح کا شک و شبہ بھی نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور جب خرید و فروخت کیا کرو تو بھی گواہ کر لیا کرو۔ اور کاتبِ دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح کا نقصان نہ کریں۔ اگر تم (لوگ) ایسا کرو تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور (دیکھو کہ) وہ تم کو (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے''۔

یہ آیت قرآن کریم کی طویل ترین آیت ہے اسے آیت دَین کہتے ہیں۔ اس میں قرض کے لین دین کے آداب بتائے گئے ہیں کہ اگر تم نے کسی کو قرض دیا یا کوئی مشترکہ کاروبار کیا تو اس بارے میں تمام تفصیلات طے کر کے لکھ دیا کرو۔ ہم قرض دیتے ہیں کسی دوست بھائی یا عزیز کو مگر تحریر نہیں کرتے۔ خیال ہوتا ہے کہ وہ کیا کہے گا' اعتماد نہیں کیا؟ چنانچہ ساری باتیں زبانی زبانی ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں اختلاف ہو جاتا ہے تو چیختے اور چلاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کی فریاد نہیں سنتا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو قرض کا معاملہ کرتے ہوئے لکھواتا تو ہے نہیں مگر بعد میں روتا اور فریاد کرتا ہے۔ پس یہاں ہدایت دی جا رہی ہے کہ اے ایمان والو! جب بھی تم کوئی قرض کا معاملہ کرو ایک معین مدت تک کے لئے تو اس کو لکھ لیا کرو۔ یہ فعل امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے' اور چاہئے کہ کوئی لکھنے والا تمہارے درمیان عدل کے ساتھ دستاویز لکھ دے۔'' لکھنے والے کو ہدایت ہے کہ تحریر میں ڈنڈی نہ مارے بلکہ صحیح صحیح لکھے اور کوئی بھی شخص جسے اللہ نے لکھنے کی صلاحیت دی ہے وہ لکھنے سے انکار نہ کرے۔ چونکہ اس معاشرے میں لکھے پڑھے لوگ بہت کم اور کمیاب تھے' لہٰذا لوگوں کی سہولت کے لئے کہا کہ لکھنے والا انکار نہ کرے۔ آج کل تو عرضی نویس اور وثیقہ نویس مل جاتے ہیں جو مزدوری لیتے ہیں اور دستاویز لکھ دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہدایت ہے کہ وہ لکھنے میں بے ایمانی کرتے ہوئے کوئی کمی نہ کر جائیں جس سے کسی فریق کو نقصان پہنچ جائے اور لکھتے وقت وہ شخص لکھوائے جو رقم قرض لے رہا ہے یعنی جس کا مال ہے وہ نہ لکھوائے۔ ہاں لکھوانے والا خدا کا خوف دل میں رکھے اور لکھوانے میں کچھ کمی نہ کرے۔ اگر صورت حال ایسی ہو کہ جس کے ذمہ قرض کی رقم آ رہی ہے وہ ناسمجھ ہے یا بہت بوڑھا اور اتنا ضعیف ہے کہ لکھوانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی یا وکیل ہو جو لکھوائے اور پھر اس تحریر کے موقعہ پر مسلمان مردوں میں سے دو مرد گواہ ٹھہرا لئے جائیں اور اگر دو مرد دستیاب نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونے چاہئیں جن پر فریقین رضامند ہوں۔ معلوم ہوا کہ ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے یعنی عورت کی گواہی مرد سے آدھی ہے۔ اور گواہوں میں ایک مرد کا ہونا ضروری ہے صرف عورتوں کی گواہی نہیں چلے گی۔ عورتوں کی گواہی صرف قرض کے معاملے میں ہی مردوں سے آدھی ہے یا دوسرے معاملات میں بھی تو فقہاء کے ہاں اس کی تفاصیل ملیں گی۔ پھر فرمایا کہ دو عورتیں اس لئے کہ اگر دونوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔ سوال پیدا ہوا کہ کیا مرد نہیں بھول سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر نسیان کا مادہ زیادہ رکھا ہے اور اس میں بھی حکمت ہے جسے خالق تبارک تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو مرد کے تابع رہنا ہوتا ہے' وہ کبھی جذبات کے زیر اثر ہوتی ہے' کبھی اسے کوفت اور کدورت کا سامنا ہوتا ہے تو اس بھول اور نسیان کو اس کے حق میں Safety Valve کے طور پر رکھا گیا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

یاد ماضی عذاب ہے یارب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

اگر یہ بھول جانا نہ ہو تو کوئی صدمہ دل سے نہ اترے اور غصہ ختم نہ ہو۔ ہاں اگر یہ بات سمجھ میں نہ بھی آئے تو یہ اللہ کا حکم ہے جو ماننا ہے جیسا کہ اگر Fixed Capital اور Fluid Capital کا فرق سمجھ میں نہیں آتا تب بھی بیع حلال اور ربا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ''اللہ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام ٹھہرایا ہے''۔ لیکن اگر حکمت سمجھ میں آ جائے تو نُورٌ عَلٰی نُور۔

فرمانِ نبوی ﷺ

عافیت کی فضیلت

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَوْسَطٍ ؓ قَالَ خَطَبَنَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ :قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَامِیْ هٰذَا عَامَ الْاَوَّلِ. وَبَكٰی أَبُوْبَكْرٍ. فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ : ((سَلُوا اللّٰهَ الْمُعَافَاةَ. اَوْ قَالَ: اَلْعَافِیَةَ. فَلَمْ یُؤْتَ اَحَدٌ قَطُّ بَعْدَ الْیَقِیْنِ أَفْضَلُ مِنَ الْعَافِیَةِ أَوِ الْمُعَافَاةِ' عَلَیْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهٗ' مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِی الْجَنَّةِ وَاِیَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّهٗ' مَعَ الْفُجُوْرِ وَهُمَا فِی النَّارِ' وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُوْنُوْا اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی)) (رواہ احمد و ابن ماجہ)

حضرت اوسط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: پچھلے سال نبی اکرم ﷺ اس جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ اور پھر ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین کے بعد افضل ترین چیز عافیت ہے اور تم پر سچائی اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ سچائی وفاداری کی ساتھی ہے اور ان دونوں کا ٹھکانہ جنت ہے' اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ اور نافرمانی ساتھی ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ باہم حسد نہ کرو اور بغض نہ رکھو۔ باہمی تعلقات نہ توڑو اور ایک دوسرے سے جدا نہ رہو اور بھائی بھائی بن کر رہو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم فرمایا ہے۔

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
	29 جنوری تا 4 فروری 2004ء	
5	5 ذی الحجہ تا 12 ذی الحجہ 1424ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت
ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو‘ علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور
فون: 03-5869501
قیمت فی شمارہ 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
☆.☆.☆
''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

نگاہے یا رسول اللہ ﷺ نگاہے

''یہ مجھے کیا نظر آ رہا ہے؟'' یہ ملتان سے حافظ سعید انور نابینا کی گلوگیر آواز تھی۔

خدا خیر کرے۔ نابیناؤں کی بینائی‘ خدا کی پناہ۔ ایک مرتبہ راقم نے نابیناؤں کی ایسوسی ایشن کی صدر محترمہ فاطمہ شاہ سے پوچھا تھا کہ ہم لوگوں اور نابیناؤں میں کیا فرق ہے؟ انہوں نے عبرت آموز جواب دیا تھا: ''آپ لوگ بصارت رکھتے ہیں‘ بصیرت نہیں۔ نابینا بصیرت رکھتے ہیں‘ بصارت نہیں''۔ حافظ سعید انور حافظِ قرآن ہیں۔ قاری نظر آتے ہیں‘ حقیقت میں ہیں قرآن۔ تلاوت اور قرأت میں درجۂ کمال رکھتے ہیں۔ رمضان میں تراویح میں قرآن سناتے ہیں۔ قرآن کریم کی جتنی معروف تفاسیر ہیں اور احادیث رسولؐ کے جتنے مشہور مجموعے ہیں‘ سب ازبر ہیں۔ وضاحت سے بتا دیتے ہیں کہ کون سی جلد کے کونسے صفحے پر کیا لکھا ہے۔ ان کے لائق شاگرد ہمہ وقت باری باری انہیں کتاب یا رسالہ یا اخبار پڑھ کر سناتے رہتے ہیں۔ حافظ صاحب کا حافظہ ماشاءاللہ ہر بات کو بجائے ذہن کے‘ قلب میں محفوظ کر لیتا ہے۔ ''ندائے خلافت'' کے بھی باقاعدہ قاری ہیں۔ اسلام سے والہانہ اور پاکستان سے مجنونانہ عشق رکھتے ہیں۔

ان کی ''نظر آنے والی بات'' سے میں پوری طرح سمجھ گیا تھا کہ کیا کہنے والے ہیں۔ پھر بھی میں نے بات کا تکلیف دہ وزن ہلکا کرنے کے لئے کہا: ''حافظ صاحب! آپ کو نظر نہیں آ رہا۔ آپ درحقیقت ہم سب کی طرح محسوس کر رہے ہیں''۔ فرمایا: ''نہیں‘ مجھے صاف نظر آ رہا ہے۔ پاکستان زبردست محاصرے میں آ گیا ہے۔ میں نے آپ سے یہ پوچھنے کے لئے ٹیلی فون کیا ہے‘ پاکستان کا مستقبل کیا ہے؟ کیا ہونے والا ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ خود کیا کر رہے ہیں؟'' میں نے عرض کیا ''اداریہ لکھنے کی تیاری کر رہا ہوں۔ مسائل کا انبار ہے۔ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ کس مسئلے پر اداریہ لکھا جائے۔ میں نے اپنی تنظیم کے ناظم نشر و اشاعت محترم ڈاکٹر عبدالخالق سے مشورہ مانگا کہ مسئلہ ایک سے بڑھ کر ایک‘ دماغ پر چھایا ہوا ہے۔ کس پر قلم اٹھایا جائے۔ یوٹرن‘ سب سے پہلے پاکستان‘ طالبان‘ القاعدہ‘ دہشت گردی‘ عراق کے بعد کس کی باری ہے‘ شام یا عراق یا پاکستان‘ کشمیر میں مجاہدین کی امداد سے دست کشی‘ دینی مدارس کی ناکہ بندی‘ قبائلی علاقوں پر فوج کشی‘ زبردست مہنگائی اور بے روزگاری میں پسے ہوئے عوام‘ کنٹرول لائن پر سیز فائر‘ سمجھوتہ ایکسپریس‘ مظفر آباد سری نگر بس سروس‘ آل پارٹی حریت کانفرنس کے انصاری گروپ کی ملاقات واجپائی اور ایڈوانی صاحب سے‘ ہمارے ایٹمی سائنس دانوں کی حراست اور ڈی بریفنگ اور......''

''ہاں‘ آپ اپنے سائنس دانوں پر لکھئے۔ ڈٹ کر لکھئے۔ مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ امریکی تھنک ٹینک ''رینڈ کارپوریشن'' نے جو تجزیہ شائع کیا تھا کہ پاکستان 2010ء تک (خدانخواستہ) دنیا کے نقشے پر نہیں رہے گا‘ وہ سازش اب طشت از بام ہو چکی ہے۔ پاکستان کا خاتمہ صرف اور صرف اس کے ایٹمی پروگرام کو روکنے سے ہو سکتا ہے۔ حکومت مانے یا نہ مانے‘ ساری دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ ہمارے سائنس دانوں کو حراست میں لئے جانے کا سلسلہ غیر ملکی دباؤ پر شروع ہوا ہے۔ پاکستان پر یہ حملہ براہ راست عسکری حملہ نہیں جیسا افغانستان اور عراق میں ہوا۔ یہ حملہ سال ہا سال کی طویل سازشوں کے بعد سیاسی تدبیروں اور خفیہ تدبیروں کے ساتھ ہماری پیٹھ پیچھے کیا گیا ہے۔ محاصرہ مضبوطی سے کر لیا گیا ہے اور اس وقت تک نہیں اٹھایا جائے گا جب تک پہلے ایٹمی پروگرام کو مسدود کرنے اور پھر کشمیر کے دعاوی سے دست بردار ہونے کا عالمی تحریری معاہدہ نہیں کیا جاتا۔ یہ مجھے صاف نظر آ رہا ہے''۔

میں نے عرض کیا: ''حافظ صاحب‘ ہمارا کور ایشو ہمارے جرنیل ہیں۔ پاکستان کی 56 سالہ تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ جب بھی کوئی جرنیل عوام کی رائے اور مرضی پر قبضہ کرتا ہے‘ پاکستان لاینحل مسائل کے گھراؤ میں آ جاتا ہے۔ جب سے ہمارے موجودہ جرنیل تشریف لائے ہیں......'' حافظ صاحب نے میری بات روک کر کہا: ''ایسا نہ کہئے۔ اقبال نے کہا تھا‘ فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے۔ کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف۔ آپ افراد کی بات کیوں کرتے ہیں۔ اپنی قوم کو دیکھئے۔ میں ساری عمر ''جماعت اسلامی'' کا وفادار کارکن رہا ہوں۔ اس کی خاطر کیا کیا پاپڑ نہ بیلے۔ لیکن دینی جماعتوں کے سب مفتیانِ عظام نرے مولوی نکلے۔ کئی روز سے گنگنا رہا ہوں:

مگن منصب پرستی میں ہوئے سب واعظ و صوفی
نہیں ہے اعتبار اب ملت بیضا کا کچھ باقی
لگی ہے آنکھ واعظ کی‘ صنم خانے کے منظر پر
بنا ہے مفتی دین مبیں‘ فتووں کا سوداگر
کیا ہے رُخ ہمارے پیر نے میخانے کا سیدھا
بتاؤ ہمدمو تم ہی کہ ہو تدبیر کیا اپنی؟

←

''میں نے تو آپ کو اپنا ہمدم سمجھ کر یہ پوچھنے کی تکلیف دی ہے کہ اب ہمیں اپنے پاکستان کو بچانے کی کیا تدبیر کرنی چاہئے۔ ہمارے تو جتنے بھی پیر تھے' یہ قاضی' یہ مولانا' یہ علماء' سب نے سید ھا میخانے کا رخ کر لیا ہے۔ جن پہ تکیہ تھا' وہی پتے ہوا دینے لگے۔ آپ اہل قلم ہیں۔ اسلام اور پاکستان سے آپ بھی محبت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہیں' اُن کی تنظیم بہت بڑی ہے۔ آپ کچھ بولئے — قوم کی رہنمائی کیجئے۔ محض نرم و شیریں اداریے لکھنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ یہ محض الفاظ کی جادوگری ہے۔ خدارا کچھ کیجئے' جلد کیجئے۔ ہمیں بتایئے کیا کریں۔ اللہ پاک کی قسم' بہت پریشانی ہے۔ ساری رات جاگتا رہتا ہوں۔ سوچتا رہتا ہوں۔ روتا رہتا ہوں''۔

حافظ صاحب کی آواز رندھ گئی' جس سے ٹیلیفون کے حساس تار بھی لرزنے لگے۔ لرزش میرے دل تک پہنچی۔ اُن کے دیدۂ بینا میں بصیرت کی بجلی چمکی۔ بارش ہونے لگی۔ ٹیلیفون کے تاروں سے' بہت اوپر سے کہیں' ان کی بصیرت مجھ تک پہنچی۔ بے وجہ برسات اِدھر بھی ہونے لگی۔ میری رندھی ہوئی آواز ملتان تک پہنچی تو حافظ صاحب ایک دم سنبھل گئے۔ فرمایا: ''آپ تو صاحب قلم ہیں۔ اداریے اور مضامین لکھ کر ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔ آپ بھی حوصلہ ہار گئے تو ہمارا حوصلہ کون بڑھائے گا۔ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ لاچاری اور بے بسی میں بھی اللہ واحد کی راہ پر قائم و دائم رہتا ہے۔ اللہ کو یاد کیجئے۔ اس کا فضل مانگئے۔ نگاہِ کرم مانگئے۔ کیا آپ کو یاد نہیں؟

مسلماں آں فقیر کج کلا ہے
رمید از سینۂ او' سوزِ آہے

میں نے آنسوؤں کی رم جھم حافظ صاحب کی برسات کی جھڑی میں شامل کرتے ہوئے ان کی فریاد میں ہم آواز ہو گیا:

دلش نالد' چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہؐ نگاہے

(مدیر انتظامی)

پاکستان کا مستقبل

برعظیم پاک و ہند کے ممتاز فلسفی ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم و مغفور کی چشم کشا تحریر جوان کی تصنیف ''پاکستان کا مستقبل'' سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب **56** سال پہلے شائع ہوئی تھی۔

◆◆◆◆◆◆◆◆◆

''خواہ ہم اسلام سے کتنے ہی روگرداں ہوں اور خواہ یہ بات ہمیں اس وقت کیسی ہی مشکل نظر آئے' لیکن اسلام پھر بھی اس دور کے غلط نظریات پر جو اسے برباد کر دینے پر تلے ہوئے ہیں' غالب ہو کر زندہ رہے گا۔ البتہ یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ ہم سازگار حالات کے باوجود جو قدرت ہمارے لئے پیدا کر رہی ہے' قدرت کے ارادوں کے ساتھ تعاون کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس صورت میں ہم مقاصدِ ارتقا کے لئے بیکار بلکہ مضر سمجھ کر نظروں سے گرا دیئے جائیں گے۔ سلطنت کی نعمت ہم سے چھین لی جائے گی اور ہمیں ذلت کی زندگی بسر کرنے اور آخرکار مٹ جانے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا اور ہماری جگہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دیا جائے گا' جو اسلام کی خدمت کرنے اور لوگوں کی ملامت سے بے پرواہ ہو کر زمانہ کے باطل کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے تیار ہو گی۔ پھر سلطنت' دولت' علم اور دنیا کی تمام نعمتیں اسی قوم کو دے دی جائیں گی۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ محض میرے تخیل کی پیداوار نہیں' بلکہ قرآن حکیم کی متعدد آیات اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں:

یاایها الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکفرین یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم (5: 75)

''مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین سے منحرف ہو جائے تو خدا کو اس کی پرواہ نہیں۔ وہ ایسے لوگوں کو پیدا کر دے گا' جن کو وہ دوست رکھے گا اور وہ اسے دوست رکھیں گے۔ مسلمانوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں سخت ہوں گے۔ خدا کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کا باک نہ رکھیں گے۔''

ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم (47 : 38)

''اگر تم اسلام سے منحرف ہو جاؤ تو خدا تمہیں مٹا کر تمہارے عوض میں اور قوم لائے گا۔ پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔''

جب ہم ارتقاء کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ زندگی تخلیق کے اس حصہ کو فروغ نہیں دیتی' بلکہ قائم نہیں رکھتی' جو مقاصد ارتقاء کے لئے مفید ثابت نہ ہو سکے۔ اسی بنا پر حیوانات کی لاکھوں قسمیں آج تک مٹ چکی ہیں اور اسی بنا پر سینکڑوں تہذیبیں اور ان کی حامل قومیں دنیا سے رخصت ہو گئی ہیں

بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ پاکستان ایک کمزور اور چھوٹا سا ملک ہے' جو بالخصوص ایٹم بم کے اس زمانہ میں دنیا کی بڑی طاقتوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا' لیکن قوموں کا عروج و زوال نہ تو ان کے ظاہری مادی اسباب پر منحصر ہے اور نہ ہی ان کی قوت سعی و عمل پر' بلکہ اس کا دارومدار کائنات کی باطنی طاقتوں کے عمل پر ہے۔ جو قوم بھی ان قوتوں کے نہ رکنے والے عمل کو اپنے موافق اور مطابق کرے گی' وہ زندہ رہے گی اور دوسری قومیں خواہ ان کے ظاہری اسباب کچھ ہوں' مٹ کر فطرت کی اس چہیتی قوم کے لئے راستہ صاف کر دیں گی۔ جس طرح سے ایک فرد کی خودی کے اندر جذبۂ حسن و کمال موجود ہے' اسی طرح سے کائنات کی خودی میں بھی ایک جذبۂ حسن و کمال ہے اور قوموں کا عروج و زوال بلکہ کائنات کی ساری ارتقائی حرکت اس جذبے کے اظہار و اطمینان کے لئے ہے کہ انسان اس کے ساتھ مل کر کام کرے اور اس کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنے' جو قوم کائنات کے اندرونی جذبۂ حسن و کمال کی موید ہو گی' دوسرے الفاظ میں جو قوم آخرکار کامل نظامِ تصورات کو اپنی زندگی کی حقیقی بنیاد بنائے گی' وہ روئے زمین پر حکومت کرے گی۔ کیونکہ اس کے ظاہری حالات خواہ کیسے ہی مایوس کن ہوں' فطرت اسے عروج و کمال پر پہنچانے کے لئے بے تاب ہے' اگر وہ تہی دست و نادار ہو گی تو دولت دوسروں سے چھین کر اسے دے دی جائے گی۔ اگر اس کے پاس سامانِ جنگ نہ ہو گا تو اسے اجازت دے دی جائے گی کہ دوسروں کا سامانِ جنگ چھین کر اپنی قبضہ میں لے لے۔ اگر وہ بے علم و بے ہنر ہو گی تو اسے علم و ہنر سے آراستہ کیا جائے گا۔ اگر وہ عمل سے محروم ہو گی تو دوسروں کے ہاتھ پاؤں شل کئے جائیں گے اور اسے قوتِ سعی و عمل سے نوازا جائے گا۔ قدرت ان تمام ترقیوں سے' جو وہ نوع انسانی کو آج تک نصیب کرتی رہی ہے' صرف ایک قوم کی تعمیر کرنا چاہتی ہے اور وہ خاتم النبیینؐ کی امت ہے۔ اگرچہ اس قوم کی تعمیر کے سامان کا بہت سا حصہ اس وقت دوسری قوموں میں بکھرا ہوا ہے' لیکن بالآخر وہ یکجا کر کے اسی قوم کے سپرد کیا جائے گا۔ مسلمان مطمئن رہیں کہ جو کچھ دنیا پیدا کر چکی ہے' وہ ان ہی کا ہے اور جو کچھ دنیا نے ابھی تک پیدا نہیں کیا' وہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اسلام کو فی الواقع ایک کامل نظامِ تصورات کی حیثیت سے کام میں لائیں یعنی اسے اپنی سیاسی زندگی کا روح رواں بنائیں۔

توحید کا عظیم خزانہ

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 23 جنوری 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج ہم سورۂ بنی اسرائیل کی آخری دو آیات کا مطالعہ کریں گے۔ یہ آیات توحید کا عظیم خزانہ ہیں۔ جیسا کہ میں نے سورۂ بنی اسرائیل کے آخری رکوع کے آغاز کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ اس سورۃ مبارکہ کے پہلے رکوع کا عکس ہے۔ جو مضامین پہلے رکوع میں بیان ہوتے ہیں وہ دوسرے انداز سے آخری رکوع میں بھی دہرائے گئے ہیں۔ پہلے رکوع میں اگر بنی اسرائیل کی تاریخ کے دو عروج اور دو زوال کا ذکر ہے تو آخری رکوع میں بنی اسرائیل کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلے رکوع میں قرآن حکیم کی عظمت و افادیت کا ذکر نہایت جامع انداز میں ہوا ہے۔ اس طرح گویا بنی اسرائیل کو موقع دیا گیا تھا کہ وہ قرآن مجید اور آنحضور ﷺ پر ایمان لے آئیں تو ان کے سابقہ جرائم معاف کر دیئے جائیں گے جبکہ اس آخری رکوع میں بھی بنی اسرائیل کے ذکر کے بعد قرآن حکیم کا ذکر نہایت پرجلال اور پرشکوہ میں کیا گیا اور یہ بات واضح کر دی گئی کہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام بن کر نازل ہوا ہے۔ مسلمان امتوں کی تقدیر اب اس کتاب کے ساتھ وابستہ ہے۔

امت مسلمہ کی عزت و سربلندی قرآن اور اس کی تعلیمات کو تھامنے میں ہے۔ یہ وہ عظیم حقیقت ہے جو خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کے ذریعے نہایت واشگاف الفاظ میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ یہ ارشاد فرما چکے ہیں:

((اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ)) (رواہ مسلم)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بام عروج سے ہمکنار کرے گا اور دوسروں کو (اس کتاب کو چھوڑنے کے باعث) قعر مذلت میں گرادے گا۔''

دین اور قرآن سے بے وفائی کے سبب ہی ہم آج اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ پوری امت پر لاچاری اور بے بسی مسلط ہے۔ حکیم الامت' مصور و مفکر پاکستان نے ہمیں ایک سو سال قبل متنبہ کر دیا تھا کہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

سابقہ امت مسلمہ بنی اسرائیل پر بھی اللہ کی کتاب اور دین سے اعراض کے باعث ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا گیا تھا۔ اسی جرم کی پاداش میں یہی ذلت و مسکنت آج ہمارا مقدر بن گئی ہے۔ اسی بے بسی اور لاچاری کا ایک مظہر کشمیر پالیسی سے یوٹرن اور کشمیری مجاہدین کو دہشت گرد قرار دینا ہے۔ اس سے بڑھ کر کم ہمتی کیا ہوگی کہ ہمارا ایٹمی پروگرام ہماری نالائقیوں کی وجہ سے آج ہمارے لئے وبالِ جان بنا ہوا ہے اور اس کی حفاظت ''میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی'' کے مصداق اس درجے کٹھن ہو گئی ہے کہ اس کو بچانے کی خاطر ہم اپنے نامور ایٹمی سائنس دانوں کو جو قومی سطح پر حد درجہ اعزاز و احترام کے مستحق ہیں' قربانی کا بکرا بنانے پر مجبور ہیں — قبل ازیں جنوبی وزیرستان کے قبائلی علاقوں پر فوج کی کارروائی بھی اسی لاچاری اور مجبوری کا شاخسانہ تھی جو امریکہ کی غلامی اختیار کرنے کے باعث ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔ ہمارے قومی جرائم کی سزا نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم پورے طور پر امریکہ کے محکوم بن چکے ہیں اور بھارت کے آگے سرنگوں ہیں۔

اگر ہم اس ذلت کے عذاب سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کی تعلیمات کی طرف رجوع اور پاکستان میں دین حق کے نفاذ کے لئے اجتماعی طور پر سرگرم عمل ہونا ہوگا۔ بصورت دیگر دشمنانِ اسلام افغانستان اور عراق کے بعد ہمیں اسی طرح ایک ایک کر کے نشانہ بناتے رہیں گے۔

بہرحال ان آخری دو آیات کا پہلے رکوع سے یہ تعلق ہے کہ وہاں اللہ کی تسبیح بیان ہوئی ہے جبکہ ان آیات میں اللہ کی تسبیح کے ضمن میں مزید تشریح اور صفات بیان ہوئی ہیں۔

فرمایا:

''کہہ دیجئے کہ تم اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہو۔ جس نام سے بھی تم پکارو' سب اچھے نام اسی کے ہیں۔ اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو اور کہو کہ سب تعریف خدا ہی کے لئے ہے۔ جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔ اور نہ وہ ناتواں ہے کہ اس کا کوئی مددگار ہو۔ اس کی بڑائی کو بیان کرو (قائم کرو) جیسا کہ اس کی بڑائی کا حق ہے۔ (آیات 110-111)

مشرکین عرب کے لئے اللہ کا نام ''رحمٰن'' نامانوس تھا۔ اگرچہ ''اللہ'' کا لفظ ان کے ہاں معروف تھا۔ وہ مانتے تھے کہ زمین و آسمان کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے کچھ معبودانِ باطل یعنی جھوٹے خدا بھی تراش رکھے تھے۔ مثلاً فرشتوں کے بارے میں ان کا تصور تھا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں' چنانچہ وہ اپنے خیال کے مطابق انکے بت بنا کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے کہ یہ بھی ہماری دعائیں سنتے اور قبول کرتے ہیں۔ بہرحال نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ''یا اللہ یا رحمٰن'' کے الفاظ سن کر مشرکین اعتراض کرتے تھے کہ اللہ سے تو ہم واقف ہیں لیکن یہ رحمٰن کون ہے؟ ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ محمد (ﷺ) توحید کی بات کرتے ہیں لیکن خود دو خداؤں کو مانتے ہیں! چنانچہ فرمایا کہ وہ ایک ہی ہستی ہے' اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔ بعض تفسیروں میں ہے کہ یہود البتہ لفظ ''رحمٰن'' سے واقف تھے اور سچے اہل کتاب کو اس لفظ سے خوشی ہوتی تھی۔ تاہم مشرکین میں اس لفظ سے بیزاری پیدا ہوتی تھی۔ یہاں انہیں جواب دیا گیا کہ رحمٰن کوئی اور ہستی نہیں' یہ اللہ ہی کا نام ہے اور سارے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں۔ جہاں تک اس آیت مبارکہ کے دوسرے حصے کا تعلق ہے اس کے بارے میں شانِ نزول کی کئی روایات ہیں۔ جن کا لب لباب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکہ میں جب جہری نماز میں امامت کراتے تھے تو بعض اوقات آواز اتنی بلند ہو جاتی کہ مشرکین کے کانوں تک پہنچتی تو ان میں بیزاری بڑھتی تھی اور وہ اللہ' حضور اور قرآن کی شان میں بدگوئی کرنے لگتے تھے۔ لہٰذا اس سے روکا گیا کہ آواز کو زیادہ بلند نہ رکھا جائے' لیکن بالکل چپکے چپکے بھی قرآن نہ پڑھا جائے کہ پیچھے مقتدی حضرات بھی اسے سن نہ پائیں بلکہ درمیانی راستہ اختیار کیا جائے۔ اسی میں یہ رہنمائی بھی آ گئی کہ اگر آدمی اکیلے میں نفلی نماز ادا کر رہا ہو' تو اس میں بھی اس انداز سے قرآن پڑھے کہ خود سن سکے۔ ایک اور شانِ نزول کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رات کے آخری پہر آپ اپنے اصحاب کی رات کی نماز (تہجد) کا

←

جائزہ لینے کے خیال سے گھر سے نکلے۔ حضرت ابوبکرؓ کے حجرے کے باہر سے گزرے تو معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی خفیف آواز میں نماز تہجد میں تلاوت کر رہے ہیں۔ جبکہ حضرت عمرؓ کے گھر سے ان کی زیادہ بلند انداز میں تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ اگلے دن آپؐ نے دونوں کو بلوایا اور پوچھا اے ابوبکرؓ! تم اتنی پست آواز میں تلاوت کیوں کر رہے تھے تو آپؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے رب کے ساتھ ہم کلام تھا اور میرا رب تو دل کے وسوسوں سے بھی واقف ہے۔ اس لئے میں اپنی آواز پست رکھتا ہوں کہ اسے سنانے کے لئے بلند آواز سے پڑھنا ضروری نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں' تم اپنی آواز کو ذرا بلند رکھا کرو۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ تمہاری آواز زیادہ بلند کیوں تھی تو آپؓ نے فرمایا کہ میں شیطان کو بھگانے اور سوتوں کو جگانے کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے انہیں تلقین فرمایا کہ اپنی آواز کو ذرا پست کرو یعنی درمیانی صورت اختیار کرو۔ اس آیت مبارکہ کا تعلق اصلاً تو نماز ہی سے ہے۔ تاہم ایک رائے یہ ہے کہ اس میں آداب دعا کی طرف اشارہ ہے۔ وہاں یہ ہدایت آداب دعا میں سے ہے۔ دعا کرتے وقت بھی بہت زیادہ بلند آواز سے دعا کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک بدو صحابی نیا نیا ایمان لائے تھے۔ وہ جب نبی اکرمؐ کے پیچھے نماز پڑھتے تو سلام پھیرتے ہی بلند آواز سے اپنے لئے خیر کی دعا کرتے تھے۔ یہاں اس انداز کو بھی منع کیا گیا ہے۔ بلکہ دعا کے لئے تو حکم ہے کہ وہ خفیہ انداز میں عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے مانگی جائے۔

اگلی آیت توحید باری تعالیٰ کے بیان میں بہت اہم ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ آئندہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کو تھامنے اور دین پر عمل کرنے اور دین کو قائم کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے تا کہ پھر سے دنیا میں عزت و سربلندی مسلمانوں کے حصے میں آئے۔ آمین یارب العالمین ✿

✿ ✿ ✿ ✿

عیدالاضحیٰ کا پیغام و پروگرام

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

''اِن (قربانیوں) کا گوشت اور خون اللہ تک نہیں پہنچتا بلکہ اللہ تک پہنچنے والی چیز تمہارے دل کا تقویٰ ہے''

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل اللہ کے نام پر قربانی کے جانوروں کا خون بہانا (ذبح کرنا) ہے۔ لہٰذا قربانی کی استطاعت رکھنے والے ہر مسلمان کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ اس فضیلت سے محروم نہ رہے۔ ہاں جانور کی گردن پر چھری پھیرتے ہوئے جہاں ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کے مبارک الفاظ ہمارے لبوں پر جاری ہوں وہاں قلب میں بھی یہ جذبات موجزن ہونے چاہئیں کہ جس طرح آج اللہ کی خاطر اس جانور کو قربان کرنے کی توفیق ملی ہے اسی طرح اللہ کے دین اور اس کے کلمہ کی سربلندی کی خاطر اپنا تن من دھن اللہ کی راہ میں نچھاور کرنے کے لئے ہردم تیار رہیں گے اور اللہ سے اس کی توفیق طلب کرتے رہیں گے۔ اللّٰھم وفقنا لھٰذا۔

اس موقع پر ہماری یہ کوشش بھی ہونی چاہئے کہ ہمارے قریبی رشتہ داروں' ساتھیوں اور پڑوسیوں میں جو ضرورت مند ہوں ان تک اہتمام کے ساتھ گوشت پہنچایا جائے کہ یہ ان کا حق تو ہے ہی' ان کے ساتھ جذبۂ اخوت کے اظہار کا بھی یہ بہترین موقع ہے جسے ہاتھ سے گنوانا خود اپنا نقصان کرنے کے مترادف ہے۔

ایک حدیث قدسی کے یہ مبارک الفاظ بھی ہمارے سامنے رہنے چاہئیں:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ (موطأ امام مالک و مسند احمد)

''میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہوگئی جو باہم میری خاطر محبت کرنے والے ہیں' میری خاطر ایک دوسرے کے ہم نشین ہوتے ہیں' میری خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں' اور میری ہی خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

مسجد دارالسلام لاہور میں نماز عیدالاضحیٰ

وقت	:	آٹھ بجے صبح
خطبہ و امامتِ نماز	:	حافظ عاکف سعید
مختصر اردو خطاب	:	ڈاکٹر اسرار احمد

رفقاء و احباب سے ملاقات

مقام	:	مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور
دن	:	بدھ 12 ذوالحجہ/4 فروری
وقت	:	صبح 10:00 بجے تا 4:00 بجے شام
میزبان	:	امیر تنظیم اسلامی اور مرکزی ناظمین مع اہل و عیال

حج اور عید الاضحیٰ کی اصل روح

قرآن حکیم کے آئینے میں

ڈاکٹر اسرار احمد

سب جانتے ہیں کہ حج اور عید الاضحیٰ دونوں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت ہی کے گرد گھومتے ہیں جن کی تعظیم و تکریم روئے زمین کے بسنے والوں کی دو تہائی تعداد کرتی ہے اور ان دونوں کے مراسم و مناسک ان کی حیاتِ طیبہ کے بعض واقعات کی یادگار ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے طویل سفرِ حیات کا لبِ لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ ہے: ''امتحان و آزمائش'' جس کے لئے قرآن حکیم کی اپنی جامع اصطلاح ''ابتلاء'' ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ان کی پوری داستانِ حیات کو ان چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے:

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ (البقرہ: 124)

''اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اس نے ان سب کو پورا کر دکھایا''۔

واضح رہے کہ قرآن حکیم میں انسان کی حیاتِ دنیوی کی اصل غرض و غایت ہی ابتلاء و آزمائش بیان کی گئی ہے۔ بمصداقِ الفاظِ قرآنی:

﴿اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک: 2)

''وہ جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو کہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سب سے اچھا عمل کے اعتبار سے''۔

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا﴾ (الدھر: 2)

''ہم نے پیدا کیا انسان کو ملے جلے نطفے سے آزمانے کو لہٰذا بنایا ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا''۔

بقول علامہ اقبال:

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اور انسان کی فلاح و کامیابی کا دار و مدار اس پر ہے کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی اور پروردگارِ حقیقی کی معرفت حاصل کرے اور اس کی محبت سے سرشار ہو جائے' جو گویا امتحان ہے اس کی عقل و خرد کا اور آزمائش ہے اس کے قلبِ سلیم اور فطرتِ سلیمہ کی ......اور پھر پورے عزم و استقلال اور صبر و ثبات کے ساتھ قائم و مستقیم رہے اس کی اطاعتِ کلی اور فرماں برداری کامل پر جو گویا امتحان ہے اس کے عزم اور حوصلے کا اور آزمائش ہے اس کی سیرت کی پختگی اور کردار کی مضبوطی کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی سب سے پہلے اسی عقلِ سلیم اور فطرتِ سلیمہ کے امتحان سے سابقہ پیش آیا۔ انہوں نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جس میں ہر طرف کفر اور شرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے اور کہیں بتوں اور مورتیوں کی پوجا ہو رہی تھی تو کہیں ستاروں اور سیاروں کو پوجا جا رہا تھا' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک مطلق العنان بادشاہ بھی خدائی حقوق (Divine Rights) اور کلی اختیارات کے دعوؤں کے ساتھ کوس لمن الملک بجا رہا تھا۔ گویا شرکِ اعتقادی اور شرکِ عملی دونوں کے دَل بادل ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کی شان کے ساتھ چھائے ہوئے تھے اور توحید کی کوئی کرن کہیں نظر نہ آتی تھی۔ اس ماحول میں آنکھ کھولنے اور پرورش پانے والے نوجوان نے جب یہ نعرہ لگایا کہ

﴿اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الانعام: 79)

''میں نے تو اپنا رُخ پھیر دیا اس ذات کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو' ہر طرف سے یکسو ہو کر اور میں ہرگز اس کے ساتھ شرک کرنے والا نہیں''۔

تو کیا آسمان اور زمین وجد میں نہ آ گئے ہوں گے اور کون و مکان میں ہلچل نہ مچ گئی ہوگی! بقول علامہ اقبال۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے!

اور کیا ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ کی اس شہادتِ عظمیٰ پر مَلَاُ اَعْلٰى کی بزمِ 'لامکاں' میں ''میر محفل'' نے ایک بار پھر فتح مندانہ انداز میں نہ کہا ہوگا کہ ﴿اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

اسی کو تعبیر فرمایا گیا سورۃ الصٰفّٰت میں ان الفاظ میں کہ:

﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ (الصٰفّٰت: 84)

''جب آیا وہ (ابراہیم) اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ''۔

عقل و فطرت کی اس آزمائش اور معرفتِ رب کے اس امتحان میں کامیابی کے فوراً بعد شروع ہو گیا ''استقامت'' کی جانچ پرکھ کا ایک طویل اور جاں گُسل سلسلہ' جس میں ہر لحظہ امتحان تھا' ہر آن ابتلاء۔ ایک جانب ایک نوجوان تھا اور دوسری جانب پوری سوسائٹی اور پورا نظام۔ گویا ''کشاکشِ خس و دریا'' کا دیدنی نظارہ! عزم و ہمت کا وہ کون سا امتحان تھا جو اسے پیش نہ آیا! صبر و ثبات کی وہ کون سی آزمائش تھی جس سے وہ دوچار نہ ہوا! حوصلہ' تحمل و برداشت اور جذبۂ ایثار و قربانی کی جانچ پرکھ کا وہ کون سا طریقہ تھا جو اس پر آزمایا نہ گیا! گھر سے وہ نکالا گیا' معبد میں اس پر دست درازی ہوئی' سرِ عام اس پر ہجوم کیا گیا' دربار میں اس کی پیشی ہوئی اور آگ میں وہ ڈالا گیا۔ بقول شاعر

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سرِ بازار!
کڑکے ہیں بہت شیخ سرِ گوشۂ منبر
گرجے ہیں بہت اہلِ حکم بر سرِ دربار

لیکن نہ کبھی اس کے جوش اور ولولے میں کوئی کمی پیدا ہوئی' نہ پائے ثبات میں کوئی لغزش! باپ سے ''وَاهْجُرْنِىْ مَلِيًّا'' کی غیظ آمیز جھڑکی کھا کر بھی وہ پورے ادب و احترام اور پورے حلم و وقار کے ساتھ یہ کہتا ہوا رخصت ہوا:

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّىْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّىْ شَقِيًّا﴾ (مریم: 47'48)

''تم پر سلامتی ہو! میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے معافی کی درخواست کروں گا' حقیقتاً وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ اور میں اعلانِ برأت کرتا ہوں تم سب سے بھی اور ان سے بھی جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو اور میں تو پکاروں گا صرف اپنے پروردگار ہی کو!...... مجھے یقین ہے کہ میں اس کو پکار کر بے نصیب نہ رہوں گا!''

دربار میں پیشی ہوئی تو

نہ لا وسواس دل میں جو ہیں تیرے دیکھنے والے
سرِ مقتل بھی دیکھیں گے چمن اندر چمن ساقی!

کے مصداق خدائے واحد و قہار کے پرستار نے دنیوی شان و شوکت' جاہ و جلال اور دبدبے اور طنطنے کو ذرہ بھر بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے شہنشاہِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر اعلان کیا:

﴿رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ﴾ (البقرہ: 258)

''میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے''۔

اور جب ربوبیت و الوہیت کے مدعی مغرور نے مناظرانہ رنگ میں کہا:

﴿اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ﴾

''مجھے بھی زندہ رکھنے یا مار دینے کا اختیار حاصل ہے''۔

تو پوری جرأت رندانہ اور شانِ بے باکانہ کے ساتھ ترکی بہ ترکی جواب دیا:

﴿فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ (البقرہ: 258)

''تو اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (تجھ میں کچھ الوہیت ہے) تو تُو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا''۔

نتیجتاً اس کافر مردود مسمیٰ نمرود کے پلے سوائے مرعوبی و مبہوتی کے اور کچھ نہ رہا۔

اور پھر جب پوری قوم، پوری سوسائٹی اور پورے نظامِ باطل نے اپنی شکست پر جھنجھلا کر اسے آگ کے ایک بڑے الاؤ میں ڈالنے اور جلا کر راکھ کر دینے کا فیصلہ کیا تب بھی اس کے عزم اور ارادے میں کوئی تزلزل نہ آیا اور عشق کی اس بلند پروازی پر وہ عقل بھی انگشت بدنداں رہ گئی جس نے ابتداً اسے خود ہی اس راہ پر ڈالا تھا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

اور جب خدائے علیم و قدیر نے اسے آگ سے معجزانہ طور پر زندہ و سلامت نکال لیا تو اس نے یہ کہتے ہوئے کہ:

﴿اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ o﴾ (الصفت: 99)

''میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، یقیناً وہ مجھے راہ یاب کرے گا''۔

گھربار اور ملک و وطن سب کو خیرباد کہا اور آباء واجداد کی سرزمین کو باحسرت و یاس دیکھتا ہوا وہ ان دیکھی منزل کی جانب روانہ ہو گیا، تاکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کر سکے اور محض اسی کے نام کا کلمہ پڑھ سکے! حالانکہ اب زندگی کے اس دور کا آغاز ہو چکا تھا جس میں جوانی کا زور ٹوٹتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے اور کہولت کے آثار شروع ہو جاتے ہیں! بقول حالی۔

ضعفِ پیری بڑھ گیا، جوشِ جوانی گھٹ گیا
اب عصا بنوایئے نخلِ تمنا کاٹ کر!!

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کے بعد کی پوری زندگی مسلسل مسافرت و مہاجرت کی داستان ہے۔ آج شام میں ہیں تو کل مصر میں، پرسوں شرقِ اردن میں ہیں تو اگلے روز حجاز میں، کوئی فکر ہے تو صرف اس کی اور دھن ہے تو محض یہ کہ توحید کا کلمہ سربلند ہو اور دعوتِ توحید کے جابجا مراکز قائم ہو جائیں۔ اپنی ان کوششوں میں وہ اس بوڑھے باغبان سے نہایت گہری مشابہت رکھتے ہیں جو جابجا اپنے لئے نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے باغ لگاتا پھر رہا ہو۔

جب بڑھاپے کے آثار کچھ زیادہ ہی طاری ہوتے محسوس ہوئے اور ادھر یہ نظر آیا کہ اولاد سے تاحال محرومی ہے، تو فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے بعد اس مشن کو کون سنبھالے گا۔ وطن سے ایک بھتیجے نے ان کے ساتھ ہجرت کی تھی جسے شرقِ اردن میں دعوتِ توحید کی علم برداری سونپ دی تھی۔ اللہ سے دعا کی ﴿رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o﴾ (الصفت: 100) ''پروردگار! نیک

رکھ ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار، اور اٹھا ہماری اولاد میں سے ایک فرماں بردار امت''۔

ادھر بوڑھا باپ اپنے جوان ہوتے ہوئے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جی رہا تھا، ادھر قدرت مسکرا رہی تھی۔ اس کے ترکش امتحان میں ابھی ایک تیر باقی تھا، دل کو چھید جانے والا اور جگر سے پار ہو جانے والا تیر! گویا ابھی آخری آزمائش باقی تھی، محبت اور جذبات کی آزمائش اور ایک امتحان باقی تھا، امیدوں، آرزوؤں اور تمناؤں کا امتحان۔

حکم ہوا اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ زمین پر سکتہ طاری ہو گیا، آسمان لرز اٹھا، لیکن نہ بوڑھے باپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا ہوئی نہ نوجوان بیٹے کے صبر و تحمل میں کوئی لرزش! دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ بقول سرمد

> ''جس طرح ہم نے دین کے دوسرے تمام حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے، اسی طرح قربانی کی روح بھی آج نام نہاد مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت کے عمل ہی سے نہیں، وہم و خیال سے بھی غائب ہو چکی ہے۔''

وارث عطا فرما!''۔ اور اللہ کی شان کہ خالص معجزانہ طور پر ستاسی برس کی عمر میں اللہ نے ایک چاند سا بیٹا عطا فرما دیا اور وہ بھی ایسا جسے خود اللہ نے ''غُلٰمٍ حَلِیْمٍ'' قرار دیا۔

جیسے جیسے بیٹا بڑا ہوتا گیا گویا بوڑھے باپ کا نخلِ تمنا دوبارہ ہرا ہوتا گیا۔ یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کیسی جذباتی وابستگی بوڑھے باپ کو اس بیٹے سے ہوگی اور کیسی امیدیں اس نے اپنے دل میں اس کے ساتھ وابستہ کر لی ہوں گی۔ بیٹا برابر کا ہونے کو آیا تو گویا باپ کا دست و بازو بن گیا اور دونوں نے مل کر توحید کے عظیم ترین مرکز یعنی کعبۃ اللہ کی دیواریں اٹھائیں، جسے قرآن نے ''اَلْبَیْتُ الْعَتِیْقُ'' بھی قرار دیا اور ''اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ'' کا مصداق بھی۔

یہ مقدس معمارانِ حرم جن جذبات کے ساتھ تعمیر کر رہے تھے ان کی عکاسی قرآن حکیم کی ان آیات میں تمام کمال کی گئی ہے:

﴿وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ﴾ (البقرہ: 127، 128)

''اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے (تو کہتے جاتے تھے) پروردگار ہمارے! قبول فرما ہم سے (ہماری یہ خدمت) یقیناً تو سب کچھ سننے والا بھی ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی۔ اور اے رب ہمارے! بنائے

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا سر برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

یہ دوسری بات ہے کہ عین آخری لمحے پر رحمتِ خداوندی حکمتِ امتحان پر غالب آ گئی اور بوڑھے باپ کی امتحان میں کامیابی کا اعلان کر دیا گیا بغیر اس کے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کا ذبح شدہ لاشہ فی الواقع اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

سورۃ الصّٰفّٰت میں کتنے قلیل الفاظ میں صورتِ حال کی مکمل تصویر کھینچ دی گئی ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ط قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ o فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ o وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ o اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ o﴾ (الصفت: 102 تا 106)

''تو جب وہ (بیٹا) اس (باپ) کے ساتھ بھاگ دوڑ کرنے کے قابل ہوا تو اس نے کہا: میرے بچے! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: ابا جان! کر گزریئے جو حکم آپ کو مل رہا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابر ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اس نے اسے پیشانی کے بل

پچھاڑ دیا تو ہم نے پکارا!! اے ابراہیم! (بس کر) تو نے خواب پورا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح جزاء دیا کرتے ہیں نیکوکاروں کو۔ یقیناً یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی"۔

گویا جس کا امتحان لیا جا رہا تھا اس نے ہمت نہ ہاری' ممتحن ہی کو بس کرنا پڑی۔ جس نے نہ صرف یہ کہ اس وقت بیٹے کی جگہ مینڈھے کی قربانی بطور فدیہ قبول کر لی بلکہ اس کی یادگار کے طور پر ہمیشہ ہمیش کے لئے قربانی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ بحوائے الفاظ قرآنی:

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ o﴾ (الصفت: 107' 108)

"اور اس کے بدلے میں دی ہم نے ایک بڑی قربانی۔ اور پکار کھا ہم نے اس (چلن) پر پچھلوں میں"۔

اور اس امتحان اور آزمائش کی ایک طویل داستان کمال کو پہنچی اور عقل وفطرت کی سلامتی اور سیرت وکردار کی پختگی کی کٹھن جانچ پرکھ اور جذبات و احساسات کے ایثار اور محبت کی قربانی کے مشکل امتحانات سے گزر کر اللہ کا ایک بندہ ایک طرف خلت الٰہی کی خلعت سے سرفراز ہوا اور دوسری طرف امامت الناس کے منصب پر فائز ہوا۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ o كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ o﴾ (الصفت: 109-111)

"سلام ہو ابراہیم پر! اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکوکاروں کو' یقیناً وہ ہمارے صاحب یقین بندوں میں سے تھا"۔

اور بقول علامہ اقبال۔

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را!

گویا یہ ہے ایک سچے مسلمان کی زندگی کی ایک کامل تصویر اور "ایمان حقیقی" کی صحیح تعبیر بقول مولانا محمد علی جوہر۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

سورۃ الحج میں حج کے دو ہی بنیادی ارکان کا ذکر ہے ایک اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی اور دوسرے طواف بیت اللہ' اور ان میں سے بھی زیادہ زور اور تکرار و اصرار قربانی پر ہی ہے۔ بحوائے آیات مندرجہ ذیل:

﴿وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ o لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۡ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ o﴾ (الحج: 27-29)

"اور صدا لگا لوگوں میں حج کے لئے کہ آئیں تیرے پاس پاپیادہ اور دور دراز سے گہری وادیوں میں سے ہو کر آنے والے دبلے اونٹوں پر' تاکہ حاضر ہوں اپنے منافع کے مقامات پر اور لیں اللہ کا نام معین دنوں میں' ان جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے جو ہم نے ان کو دیئے ہیں' پھر کھاؤ ان میں سے خود بھی اور کھلاؤ بیکسوں اور محتاجوں کو بھی' پھر وہ دور کریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی نذریں اور چکر لگائیں ہمارے قدیم گھر کا"۔

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۗ﴾ (الحج: 34)

"اور ہر اُمت کے لئے مقرر کر دیا ہے ہم نے قربانی کا سلسلہ' تاکہ لیں نام اللہ کا اور ان چوپایوں کو ذبح کرتے ہوئے جو عطا کئے ہیں ہم نے ان کو"۔

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o﴾ (الحج: 36)

"اور کعبے کی نذر کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں سے ٹھہرایا ہے۔ سو لو نام ان پر اللہ کا ان کو قطار میں کھڑا کر کے' پھر جب گر جائیں وہ کروٹ کے بل تو کھاؤ ان میں سے خود بھی اور کھلاؤ صابروں اور بے قراروں کو بھی! اسی طرح ہم نے دے دیا ہے ان کو تمہارے بس میں تاکہ تم شکر کرو اللہ کا"۔

ان میں سے جہاں تک طواف بیت اللہ کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ وہ تو صرف مکہ مکرمہ ہی میں ادا کیا جا سکتا ہے' البتہ قربانی کو عید الاضحیٰ کی صورت میں روئے زمین کے ان تمام لوگوں کے لئے عام کر دیا گیا جو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ اختیار کر کے گویا ابراہیمؑ ہی کی معنوی ذریت میں شامل ہو گئے ہیں' قطع نظر اس سے کہ ان کا کوئی صلبی و نسلی تعلق ان سے ہے یا نہیں۔ چنانچہ ایک روایت کی رو سے' جسے زید بن ارقمؓ سے امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی مسند میں نقل کیا ہے' آنحضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ "یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی نوعیت کیا ہے؟" تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ تمہارے ابراہیمؑ کی سنت ہے!"...... گویا بھیڑوں' بکریوں' گایوں اور اونٹوں کی قربانی اصلاً علامت کی حیثیت رکھتی ہے اطاعت و فرماں برداری اور تسلیم و انقیاد اور اس پر مداومت اور استقامت کی اس روح کے لئے جو حضرت ابراہیمؑ کی پوری شخصیت میں رچی بسی ہوئی تھی اور ان کی پوری زندگی میں جاری وساری ہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں متذکرہ بالا آیات کے متصلاً بعد ہی متنبہ فرما دیا گیا تھا کہ:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (الحج: 37)

"اللہ تک نہیں پہنچتا ان قربانیوں کا گوشت یا خون' ہاں اس تک رسائی ہے تمہارے تقویٰ کی"۔

یہ دوسری بات ہے کہ جس طرح ہم نے دین کے دوسرے تمام حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے' جس کا مرثیہ علامہ اقبال نے اس شعر میں کہ۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی!

اسی طرح قربانی کی روح بھی آج نام نہاد مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت کے عمل ہی سے نہیں وہم وخیال سے بھی غائب ہو چکی ہے۔ اور اب اس کی حیثیت بعض کے نزدیک محض ایک رسم کی ہے اور اکثر کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک قومی تہوار کی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر سال پندرہ لاکھ سے بھی زائد کلمہ گو حج کرتے ہیں اور بلا مبالغہ کروڑوں کی تعداد میں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے' لیکن وہ روحِ تقویٰ کہیں نظر نہیں آتی جس کی رسائی اللہ تک ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل' وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے!

کاش کہ ہم جرأت کے ساتھ موجودہ صورتحال کا صحیح تجزیہ کر سکیں اور اصل روحِ قربانی کو اپنی شخصیتوں میں جذب کرنے پر کمر ہمت کس لیں' اور عید قربان پر جب اللہ کے لئے ایک بکرا یا دنبہ ذبح کریں تو ساتھ ہی عزمِ مصمم کر لیں کہ اپنا تن' من' دھن اس کی رضا پر قربان کر دیں گے...... گویا بقول شاعر "میرا سب کچھ مرے خدا کا ہے" اور بحوائے الفاظ قرآنی:

﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ o﴾

قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکات اور علمائے کرام کے خدمات
شیخ الہند مولانا آزاد اور مسئلہ انتخاب وبیعت امام الہند
جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی
مجلد 120 روپے

چوں از قومے یکے بے دانشی کرد

ایوب بیگ مرزا

نائن الیون کے بعد جب ایک ٹیلی فون کال کے نتیجے میں ہم نے افغانستان کی طالبان حکومت سے آنکھیں پھیر لیں اور دہشت گردی کے خلاف بننے والی مبینہ کرپشن کا حصہ بن گئے تو پاکستان کی رائے عامہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اسلام پسند جماعتیں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے شدت سے اس یوٹرن کی مخالفت کی اور سڑکوں پر حکومت کے خلاف مظاہرے کئے جبکہ سیکولر جماعتیں' زیادہ تعلیم یافتہ اور مغرب سے مرعوب لوگ اور دولت مند حضرات نے حکومت کے اس یوٹرن کی پرزور حمایت کی اور امریکی دھمکی کے سامنے ڈٹ جانے کا موقف رکھنے والوں کو جذباتی اور نادان قرار دیا۔ ان میں سے اکثر یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ شکر ہے کہ ان لوگوں کی حکومت نہیں تھی ورنہ جذباتی فیصلے سے وہ پاکستان کو تباہ و برباد کروا لیتے۔ وہ بار بار اس بات کا حوالہ دیتے کہ امریکی انتظامیہ نے مشرف کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر آپ نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو ہم آپ کو پتھر کے زمانے میں واپس بھیج دیں گے۔ ایسی صورت میں ایک سمجھدار حکمران کے پاس کوئی اور چوائس ہی نہ تھی۔ آخر ایک کمزور ملک دنیا کی عظیم ترین مملکت کا مقابلہ کیسے کرتا جو لوگ اس پالیسی کی مخالفت کر رہے ہیں وہ یہ تو بتائیں کہ امریکہ جو اس وقت ایک بدمست ہاتھی ہے اور اپنے راستے میں آنے والی ہر شے کو اندھا دھند کچل رہا ہے۔ طالبان کا ساتھ دے کر اس سے پاکستان کو مکمل تباہی سے کیسے بچایا جا سکتا تھا۔ راقم نے نائن الیون کے بعد یوٹرن کے حکومتی فیصلے کے خلاف مسلسل گیارہ کالم لکھے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان گیارہ عدد کالموں میں اس وزنی دلیل کا جواب دینے سے قاصر رہا کہ طاقت کے اتنے بڑے فرق کے ہوتے ہوئے مشرف حکومت کے پاس دوسرا کون سا راستہ تھا اور دوسرا راستہ اختیار کرنے کی صورت میں اگر امریکہ اپنی دھمکی پر عمل درآمد کرنے پر اتر آتا تو پاکستان شاید آج دنیا کے نقشہ پر موجود نہ ہوتا۔ البتہ راقم کی یہ رائے شروع سے رہی کہ مشرف کو مکمل طور پر شکست نہیں ماننی چاہئے تھی اور آنکھیں بند کر کے تمام امریکی مطالبات کو منظور نہیں کر لینا چاہئے تھا امریکہ کا یہ کہنا کہ:

Either you are with us or with the terrorist and there is no gray area

ایک نفسیاتی حملہ تھا جسے مشرف سمجھ نہ سکے۔ مشرف اگر yes sir کہنے کی بجائے ''کچھ لو کچھ دو'' کی بات کرتے تو کسی حد تک آبرومندانہ طریقے سے معاملہ طے کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ افغانستان پر امریکی حملے کو تین سال گزر چکے ہیں۔ ان تین برسوں میں گزرنے والے حالات و واقعات کو غور سے دیکھنے اور جاننے کے بعد' مزید برآں پاکستان کے ساتھ امریکی رویئے کا جائزہ لیتے ہوئے اب راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مشرف کے پاس دوسرا راستہ تھا جو محض خوف اور بزدلی کی وجہ سے اپنایا نہیں گیا۔

ماضی میں بعض ایسے اہم واقعات ہوئے ہیں جو اب منظر عام پر آئے ہیں اور ان میں سے کسی کی بھی سمت سے تردید نہیں ہوئی۔ اس لحاظ سے ان کی حقانیت پر مہر ثبت ہو گئی ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب ضیاء الحق کرکٹ ڈپلومیسی کے تحت نیودہلی گئے تھے واپسی پر جب راجیو انہیں رخصت کر رہے تھے تو ضیاء الحق راجیو کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور رازداری سے انہیں کچھ کہا جس پر راجیو خاصے پریشان ہو گئے۔ ان کی اس پریشانی کو ضیاء الحق کے ساتھ جانے والے صحافیوں نے محسوس کیا۔ ساتھ جانے والے ایک صحافی کہتے ہیں کہ ہم نے واپسی پر طیارے میں جنرل ضیاء سے پوچھا کہ آپ نے راجیو سے کیا کہا تھا جس پر وہ پریشان ہو گئے تھے۔ اس پر ضیاء الحق مسکرائے اور بات ٹالنے کی کوشش کی لیکن ہمارے اصرار پر انہوں نے بتایا کہ میں نے راجیو سے کہا تھا کہ اگر پاک بھارت جنگ ہو گئی اور ایٹمی جنگ کی نوبت آ گئی اس جنگ میں اگر آپ نے پاکستان کو تباہ کر دیا تو عالم اسلام جس میں چھتیس اسلامی ملک ہیں ان میں ایک کم ہو جائے گا اور اگر پاکستان بھارت کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو دنیا سے ہندو کا نام و نشان مٹ جائے گا اب آپ فیصلہ کر لیں کہ جنگ کس کو کتنی مہنگی پڑے گی۔ عام خیال یہ ہے کہ اس جملے نے جنگ ٹال دی۔

مرزا اسلم بیگ نے ''جیو ٹیلی ویژن چینل'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم نے بے نظیر کے دور میں ایک انتہائی جرأت مندانہ فیصلہ کیا تھا وہ یہ کہ جنگ کا خطرہ محسوس ہوا تو ہم نے بھارت ایک سینئر سفارت کار کو بھیجا اور بھارت پر واضح کر دیا کہ ہم ایٹمی حملہ سے بھارت کا سر توڑ دیں گے یقین کریں بھارت نے فوراً ایک وفد پاکستان بھیجا اور پاکستان کو یقین دلایا کہ ہم پاکستان پر حملہ کرنے کا قطعی طور پر کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ نواز شریف کے دور کے وزیر خارجہ گوہر ایوب کہتے ہیں کہ ہمیں intellegence نے بتایا کہ آج رات بھارتی اور اسرائیلی فضائیہ کہوٹہ پر حملہ آور ہوں گی۔ گوہر ایوب کہتے ہیں کہ ہم نے آدھی رات کو بھارتی سفیر سے رابطہ کیا انہوں نے کہا کہ میں صبح بات کروں گا۔ ہمارا جواب تھا شاید صبح نہ ہو' ہمیں آپ سے ابھی بات کرنی ہے لہٰذا بھارتی سفیر کو جگا کر بتایا گیا کہ ہماری اطلاعات یہ ہیں اگر ایسی کوئی حرکت کرنے کی کوشش بھی کی گئی تو ہم اس سے پہلے بھارت میں تباہی مچا دیں گے۔ رات رات ہی میں ہم نے سلامتی کونسل کے پانچوں مستقل ارکان اور سوئٹزرلینڈ کو بھارتی عزائم کی اطلاع کر دی گئی۔ بھارتی ہوائی اڈوں پر حملہ کے لئے تیار بھارتی اور اسرائیلی طیاروں کو بتا دیا گیا تھا کہ مشن منسوخ کر دیا گیا ہے۔ گوہر ایوب کہتے ہیں کہ ہم نے واضح پیغام دیا تھا کہ نیودہلی اور تل ابیب دونوں ہمارے ایٹمی میزائلوں کی زد میں ہیں۔

امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے کہ پاکستان کے صدر غلام اسحاق خان نے واشنگٹن کو ہنگامی اطلاع دی کہ بھارت ہم پر حملہ آور ہو رہا ہے ہم روایتی ہتھیاروں سے بھارت کا مقابلہ نہیں کر سکتے شکست نظر آنے کی صورت میں ہمارے پاس ایٹم بم استعمال کرنے کے سوا چارہ نہیں ہو گا۔ صدر اسحاق خان کے الفاظ درج کئے گئے ہیں کہ اگر ہمیں بالآخر ایٹم بم استعمال کرنا ہی ہے تو Why not to start with it. کتاب کا مصنف لکھتا ہے کہ واشنگٹن نے فوراً اپنے وزیر خارجہ جیمز بیکر کو (جو اس وقت ماسکو میں تھے) انہیں SOS پیغام بھیجا کہ فوراً اسلام آباد سے رابطہ کریں۔ پاکستان بھارت پر ایٹم بم گرانے والا ہے۔ فوری طور پر پاکستان کو یقین دلایا گیا کہ بھارت پاکستان پر حملہ نہیں کرے گا۔ جب کہوٹہ کو نشانہ بنانے کے لئے بھارت اور اسرائیل نے مقبوضہ کشمیر کو مرکز بنایا اور وہاں اس سلسلے میں مشترکہ کارروائی کرنے کا پروگرام بنا تو ضیاء الحق نے امریکہ کو یہ پیغام بھیجا کہ پاکستان سے کسی طرف سے بھی حملہ ہو' ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا اصل دشمن بھارت ہے' ہم اس بات سے لاتعلق ہو کر کہ کس سمت سے ہم پر حملہ ہوا جواب صرف بھارت کو دیں گے۔

اب یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ مشرف کا دوسرا جواب کیا ہو سکتا تھا کیونکہ پاکستان اگر افغانستان پر حملہ کے لئے امریکہ کو مدد کرنے سے انکار کر دیتا تو امریکہ کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں کہ وہ بھارت سے مدد حاصل کرتا۔ بھارت افغانستان پر امریکی حملے کے راستے میں رکاوٹ بن جاتا۔

اب آیئے گزشتہ تین سال میں پاکستان کے بارے میں امریکی رویئے کی طرف۔ یہ بات بالکل درست معلوم

ہوتی ہے کہ نائن الیون سے پہلے ہی افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان کا کانٹا بھی نکالنے کا پروگرام تھا۔ نائن الیون کو بنیاد بنا کر اس پلان پر عمل درآمد کرنے کا پروگرام تھا لیکن مشرف کے غیر متوقع یوٹرن نے پلان کو ملتوی کرنے پر مجبور کیا۔ بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ پلان محض ملتوی کیا گیا ہے' منسوخ نہیں کیا گیا۔ اب تین سال سے امریکہ پاکستان کے ساتھ Wolf and the lamb والی کہانی دہرا رہا ہے۔ اصل ٹارگٹ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ہے۔ مشرف حکومت جس طرح خوف اور پسپائی کی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہے ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ اس کے سامنے ایک دن یہ مسئلہ رکھا جائے گا کہ فیصلہ کرو پاکستان کی سلامتی چاہتے ہو یا تمہیں ایٹم بم زیادہ عزیز ہے۔ مشرفانہ سوچ یہ ہو سکتی ہے کہ اصل مقصد تو پاکستان کی سلامتی ہے اگر ایٹمی صلاحیت سے دستبردار ہو کر پاکستان کو سلامت رکھا جا سکتا ہے تو سودا مہنگا نہیں۔ جن دانشوروں اور کالم نویسوں نے افغان مسئلے پر یوٹرن لیا تھا' وہ ایٹمی سائنس دانوں کی ڈی بریفنگ کو بھی جائز اور بے ضرر قرار دے رہے ہیں۔ انہیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ درحقیقت یہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنے کی طرف پیش رفت ہے۔ پسپائی کی پالیسی پر مسلسل عمل ہوتا رہا تو ایٹمی صلاحیت سے دستبرداری کے لئے بھی دلائل گھڑ لئے جائیں گے اور انہیں حقیقت پسندانہ قرار دیا جائے گا اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو جذباتی اور عالمی حالات کا صحیح ادراک نہ کرنے والے کہا جائے گا۔ ایران' لیبیا اور شمالی کوریا کی مثالیں دینے والوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایران لیبیا اور شمالی کوریا کا کوئی ہمسایہ ان کے وجود کا دشمن نہیں ہے۔ اگر شمالی کوریا کا اس طرح کا کچھ معاملہ ہے تو چین کے ہوتے ہوئے شمالی کوریا کو ختم کرنا آسان نہیں ہوگا۔ پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ بھارت ہماری ایٹمی صلاحیت کی وجہ سے دانت پیس کر رہ جاتا ہے۔ پاکستان کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا ہندوستان کی عظیم اکثریت کی کوئی ڈھکی چھپی خواہش نہیں' یہی وجہ ہے کہ بھارت میں چھ عدد فلمیں پاکستان دشمنی کی بنا پر ریکارڈ توڑ کاروبار کر چکی ہیں۔

راقم خود بھارت سے دشمنی ختم کرنے اور اس سے ایک حد تک خوشگوار تعلقات استوار کرنے کا زبردست حامی ہے۔ تجارتی اور سماجی تعلقات کو بھی بہتر کیا جانا چاہئے یہاں تک کہ مسئلہ کشمیر پر لچکدار رویہ بھی اگر دوطرفہ ہو تو خوش آئند ہے لیکن اس سب کچھ کے باوجود اپنی سلامتی سے لاتعلقی کیسے اختیار کی جا سکتی ہے۔ خود مشرف بارہا کہہ چکے ہیں کہ ایٹمی صلاحیت سے دستبرداری غداری ہوگی لیکن کیا امریکی رویہ محض سائنس دانوں کی پکڑ دھکڑ اور ان سے پوچھ گچھ سے بدل جائے گا۔ امریکہ ہر اس شے کا نام و نشان مٹانے پر تلا ہوا ہے جو کسی طرح بھی اور کبھی بھی اسرائیل کے لئے ہلاکت خیز ہو سکتی ہے' کتنی بڑی خوش فہمی ہے کہ ہم اگر اپنے ایٹمی سائنس دانوں کی مٹی پلید کر دیں گے اور ان سے مجرموں جیسا انتہائی توہین آمیز رویہ اختیار کریں گے تو امریکہ اسے کافی سمجھے گا۔

راقم کی رائے میں جس طرح افغانستان پر فوج کشی کا اسامہ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ محض ایک عذر تراشا گیا تھا اور عراق پر فوج کشی کا ہلاکت خیز ہتھیاروں یا صدام کے ظلم و ستم سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ امریکہ ہر حالت میں ان ممالک میں اپنی عسکری موجودگی چاہتا تھا اسی طرح پاکستان پر دباؤ کا ایٹمی ٹیکنالوجی کی منتقلی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اصل ہدف مکمل طور پر ایٹمی صلاحیت کا خاتمہ ہے ورنہ ایران نے تو بھارت کا نام بھی لیا تھا خود امریکہ نے اسرائیل کو یہ ٹیکنالوجی نہ صرف فراہم کی ہے بلکہ اسے اپنے ایٹمی تجربات کا ڈیٹا بھی فراہم کیا ہے۔ چلئے جان لیتے ہیں کہ آج جنگل کا قانون رائج ہے طاقت کے سامنے کوئی منطق کوئی دلیل کوئی اخلاقی بنیاد کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن پھر بھی یہ سوال تو کیا جا سکتا ہے کہ کس انٹرنیشنل قانون کے تحت ایٹمی ٹیکنالوجی کی منتقلی غیر قانونی ہے جبکہ پاکستان نے این پی ٹی یا کسی اضافی پروٹوکول پر دستخط نہیں کر رکھے پھر یہ کہ آج انٹرنیٹ کے دور میں کسی ٹیکنالوجی کو کس طرح راز میں رکھا جا سکتا ہے اور اگر ٹیکنالوجی منتقل کرنا جرم ہے تو علم و دانش کے تمام ادارے اور یونیورسٹیاں اس جرم کا ارتکاب کھلے عام کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سپریم پاور یہ طے کر چکی ہے کہ پاکستان کو ہر قیمت پر ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا ہے۔ آخر ہم خود پر بے تحاشا خوف طاری کر کے اور مسلسل پسپائی کی پالیسی اختیار کر کے امریکی عزائم کی تکمیل میں کس طرح رکاوٹ بن سکتے ہیں کونسا امریکی مطالبہ تھا اور کون سی اقوام متحدہ کی قرارداد تھی جو صدام نے جان اور اقتدار بچانے کے لئے نہیں کی تھی۔ فرض کریں کہ ہم یہ طے کر لیں کہ اصل مسئلہ ملکی سلامتی ہے ہم نے ایٹمی صلاحیت کو چاٹنا ہے۔ آخر دوسرے اسلامی ممالک بھی تو ایٹمی صلاحیت کے بغیر زندہ ہیں۔ اس بارے میں راقم کی پیشین گوئی ہے جس پر راقم کا ایسا پختہ یقین ہے جیسے یہ کوئی مستقبل کی نہیں' ماضی کی بات ہو کہ جس دن پاکستان نے ایٹمی صلاحیت ختم کر لی اسی دن بھارت امریکہ سے ایسے آنکھیں پھیرے گا جیسے جانتا اور پہچانتا ہی نہیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ کل کلاں وہاں جب کوئی بال ٹھاکرے اقتدار میں آ جائے گا تو پاکستان کو نیست و نابود کرنے کا موقع گنوا دے گا۔ اس لئے کہ دشمنی ختم کرنا اور از سر نو دشمنی پیدا کرنے کے لئے کشمیر یا دہلی میں ایک عدد تشدد کی کارروائی کرنا کافی ہے۔ اس بات کا اعادہ کرنا از حد ضروری ہے کہ بھارت سے دشمنی ختم کرنے اور اچھے ہمسایوں جیسے تعلقات استوار کرنے کی کوئی احمق ہی مخالفت کر سکتا ہے لیکن اس کے بعد بھی اپنی سلامتی سے بے فکر ہو جانا حماقت عظمیٰ ہوگی۔ اس پر کہا جا سکتا ہے کہ ایٹمی صلاحیت سے دستبرداری کا مطالبہ تسلیم کرنے کی حمایت کون کر رہا ہے۔ لیکن امریکہ کے طریقہ واردات کو دیکھتے ہوئے کوئی ذی ہوش پاکستانی یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ محض ایٹمی سائنس دانوں کی ذلت و رسوائی اور ان کی پکڑ دھکڑ سے مطمئن ہو کر بیٹھ جائے گا اور اپنے اصل ہدف سے دستبردار ہو جائے گا۔ بات بالآخر یہاں تک پہنچے گی کہ تمہاری بھارت سے صلح ہو چکی ہے۔ اب اپنی ایٹمی صلاحیت کا مکمل خاتمہ کرو ورنہ یہ کیس تمہارے خلاف تیار ہے۔ یہی منطق بھارت کو سمجھا کر اسے پاکستان سے مذاکرات کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بھارت سے صلح یقیناً کرنی چاہئے اور لچکدار رویہ اختیار کرنا چاہئے لیکن ایٹمی صلاحیت سے دستبرداری اس صورت میں بھی اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ اگر بھارت کوئی ایسا نمائشی اعلان کر بھی دے' اس لئے کہ اس کا سیاں تو کوتوال ہے اور اگر آپ نے خوف اور پسپائی کی پالیسی ترک نہ کی تو حقیقی بے دانشی یہ ہوگی۔ ملک کے ایک نامور کالم نویس نے اپنے کالم "جوہری سائنس دانوں سے پوچھ گچھ پر اعتراضات بے جواز ہیں" میں فارسی کا ایک مصرع درج کیا ہے "چوں از قومے یکے بے دانشی کرد" میں نے اس مصرعہ کو اپنے کالم کا عنوان بنایا ہے۔ البتہ ان کا بے دانش کوئی اور ہے اور میرا بے دانش کوئی اور۔ یاد رہے بحیثیت سپر پاور امریکی انتظامیہ کی تاریخ یہ ہے کہ وہ اپنا اصل پروگرام ملتوی کر سکتی ہے' منسوخ نہیں کر سکتی۔ ○○

آئندہ شمارے میں

گزشتہ ماہ کے اوائل میں ترکی' امریکہ اور برطانیہ کے دانشوروں کا جو وفد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے راؤنڈ ٹیبل مذاکرات کے لئے آیا تھا' اس کا رپورتاژ "مکتوبِ شکاگو" کی مصنفہ محترمہ رعنا ہاشم خان تحریر کر رہی ہیں۔ آئندہ شمارے میں ملاحظہ کیجئے۔

ربّ العالمین کی اطاعت

(گزشتہ سے پیوستہ)

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر' ناظم دعوت' تنظیم اسلامی' پاکستان

کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے ذریعہ معاش کو ہی اپنا رازق ومحافظ سمجھ رکھا ہے' اور اس لئے وہ بڑی چاہت کے ساتھ اس کی بندگی کے تقاضے پورے کرتے ہیں وہ اپنا وقت اور اپنی صلاحیتیں بھرپور طریقے پر اس کے لئے نچھاور کرتے ہیں۔ باقی رہا کبھی کبھار نماز روزہ تو بس ایک رسم کے طور پر وہ بھی' وگرنہ اللہ کے رب ہونے پر ان کو فی الواقع یقین کی کیفیت حاصل نہیں۔ اگر یہ یقین ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ وہ مالک کی رضا یا ناراضی کا خیال کئے بغیر اپنی روزی کی معاملے میں تو اپنا سب کچھ کھپا دیں لیکن اللہ کی فرمانبرداری کے بارے میں انہیں کبھی خیال تک نہ آئے۔ انہیں احساس ہی نہ ہو کہ مالک حقیقی نے کن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور کن کو حلال کن برائیوں سے منع کیا ہے اور کن فرائض کا پابند کیا ہے کن عبادات کو لازم کیا ہے اور کن لغویات سے روکا ہے۔ اگر انہیں اللہ کے رب ہونے کا یقین ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ان کو اللہ کی پکار پر لبیک کہنے کی توفیق نہ ہو لیکن دکان وقت پر ضرور کھولیں' انہیں اللہ کی ناراضی کا ڈر نہ ہو لیکن اپنے دفتر کے انچارج یا فیکٹری کے مالک کے بے دام غلام ہوں' انہیں اللہ کی رضا کا خیال نہ آئے لیکن وہ جسے اپنا رازق سمجھے بیٹھے ہیں اس کی چشم وابرو کے اشاروں کو بھی پہچانیں اور ان کی خوشنودی کا کوئی موقع ضائع نہ جانے دیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"جس نے صبح نماز سے شروع کی (اور پھر باقی کام کئے) تو اس نے ایمان کے جھنڈے تلے صبح کی اور جس نے صبح بازار کے کام کاج سے شروع کی (بغیر نماز پڑھے) تو اس نے شیطان کے جھنڈے تلے صبح کی"۔

میں اپنی بات کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں جس کا بہت سے لوگوں کو تجربہ ہوا ہوگا۔ چند حضرات کہیں محفل میں بیٹھے ہوں اور اذان کی آواز آجائے اور ان میں سے کچھ مسجد کے لئے اٹھیں اور دعوت دیں کہ نماز کے لئے چلیں تو باقی حضرات کی زبان پر یہ الفاظ آجائیں گے کہ ہمارے لئے بھی دعا کرنا کہ ہم بھی نیک بن جائیں' لیکن انہیں خود نماز کے لئے جانے کی توفیق نہ ہوگی۔ دوسری طرف یہ حضرات صبح کسی کو نہیں کہتے کہ ہمارے لئے دعا کرنا کہ ان کو اللہ کے رازق ہونے پر یقین نہیں ہے' اس لئے اس کے در پر کیوں جائیں؟ جہاں سے رزق حاصل ہونے کا یقین ہے وہیں تو جائیں گے! یہ ہے اصل معاملہ کہ ان کی اپنی فطرت انہیں مجبور کر رہی ہے کہ وہ اپنے اس "رب" کی فرمانبرداری کے تقاضے پورے کریں جسے وہ اپنا رازق سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے دل میں اصل مالک اور رازق حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کے در پر جانے کیلئے آمادگی نہیں ہے کیونکہ اسے وہ مالک اور رازق مانتے ہی نہیں۔

اب دوسرے لوگوں کا جائزہ لیجئے۔ یہ وہ ہیں جن کو یقین ہے کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا بھی ایسی برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کی خوشنودی حاصل کرنا اور جن کی اطاعت کرنا عبادت ہے' اس لئے کہ ان کے نزدیک ان ہستیوں کے ہاتھ میں رزق اور نفع وضرر کا اختیار ہے۔ یہ لوگ بھی اپنے ان باطل ارباب کی عبادت کا حق ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے' لیکن کائنات کے اصل مالک کی انہیں ذرا بھی پروا نہیں ہے' اس لئے کہ وہ اپنا رب ان ہی ہستیوں کو قرار دے چکے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ بزرگوں کے مزارات پر حاضری میں کبھی کوتاہی نہیں ہوگی' ان کے عرس کے مواقع پر خالص اشیاء نذرانہ کے طور پیش ہوں گی' لیکن باقی پورا سال اللہ کے مقرر کردہ حرام وحلال کی پرواہ کی جائے گی اور نہ ہی اس کے آگے سر بہ سجود ہونے کی۔ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے' غریبوں اور مسکینوں کی بدحالی پر کبھی ان کا دل نہیں پسیجے گا' رشوت خوری یا ملاوٹ' اور ناجائز منافع خوری کی انہیں کبھی پروا نہیں ہوگی' اس لئے کہ یہ چیزیں تو اس اللہ نے حرام قرار دی ہیں جس کی نافرمانی کا انہیں کوئی خوف نہیں ہے۔

اب آیئے تیسرے طبقہ کی طرف' یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا رب مانتے ہیں لیکن ان کے ہاں عبادت کا تصور یا تو محدود ہو گیا ہے یا مسخ شدہ ہے۔ ان لوگوں نے مراسم عبودیت اور اسلام کے ارکان ہی کو پوری عبادت سمجھ لیا ہے' باقی رہے تمدن' معاشرت' معیشت اور سیاست کے معاملات تو یہ ان کی نظر میں دنیاوی معاملات ہیں' جن کا عبادت سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمارے مذہبی طبقات جو مختلف مسالک سے وابستہ ہیں اکثر وبیشتر اسی نظریہ کے حامل ہیں۔ اگرچہ زبانی طور پر تو وہ کہتے ہیں کہ دین زندگی کے تمام معاملات میں رہنمائی دیتا ہے لیکن عبادت کے لفظ کو انہوں نے صرف ارکانِ اسلام کے لئے خاص کر لیا ہے۔ اس دائرے میں وہ ذرا سی کوتاہی یا اختلاف کو برداشت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں' لیکن زندگی کے باقی تمام معاملات میں ہر کسی سے اتحاد کرنے پر تیار ہوتے ہیں' خواہ وہ اسلام کو بطور دین مانے یا نہ مانے۔ گویا انہوں نے اسلام کو محض ایک مذہب کا درجہ دے کر اسے ہی کل دین سمجھ لیا ہے۔ ان کی مساجد' طریقہ نماز' مسائل روزہ و زکوٰۃ و حج تو مختلف ہیں لیکن طرز معاشرت' کاروبار اور طریق سیاست سب ایک جیسے ہیں' اور ان معاملات میں ان کا طرز عمل بالعموم اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ ان کی تبلیغ اور بحث ومباحثے کی حدود بس مراسم عبودیت تک محدود ہیں۔ باقی رہا نظام معاشرت ومعیشت وسیاست تو خواہ مشرکانہ یا ملحدانہ ہو انہیں اس کی اتنی تشویش نہیں ہے جتنی اپنے مسالک میں اختلاف کی۔ ان کے مدرسوں اور مساجد پر حکومت کنٹرول کرنے کی کوشش کرے تو مرنے پر تیار ہوں گے لیکن طرز حکومت مغربی جمہوریت پر مبنی ہو' معیشت سودی نظام پر مبنی ہو' معاشرے میں بے حیائی اور بے حجابی کا دور دورہ ہو تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ جان لیجئے کہ مراسم عبودیت' ارکان یا ستون ہیں جن پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ لیکن یہ ستون بجائے خود عمارت نہیں ہیں۔ اسلام کی عمارت تو اصل میں پوری زندگی میں اللہ کو رب مان کر اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کا نام ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان کس کی بندگی کرتا ہے اپنے مالک کی یا اپنے نفس کی۔ برادری کی' اصول تجارت کی اور مادر پدر آزاد جمہوریت کی یا اپنے رب کی۔ اس بات کا اصل ٹیسٹ تو ہوتا ہی زندگی کے اجتماعی معاملات میں ہے کہ انسان کس کا بندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾ (البقرہ: 208) "اے ایمان والو! اسلام (یعنی اللہ کی فرمانبرداری) میں پورے کے پورے داخل ہو۔" اور فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: 102) "اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور تم کو ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو"۔ بقول اقبال مرحوم "چوں می گویم مسلمانم بہ لرزم' کہ دانم مشکلات لا الٰہ را" یہ مکمل سپردگی (اسلام) نافرمانی سے بچنا' تقویٰ' پوری فرمانبرداری (اطاعت) بندگی رب ہی کی مترادف

اصطلاحات ہیں۔ معاشرتی زندگی میں جب معاملہ آتا ہے رسومات کی ادائیگی کا تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان اللہ کو محافظ سمجھتا ہے اور انہیں رسومات پر اکتفا کرتا ہے۔ جو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہیں یا برادری کی ناراضگی کے ڈر سے غلط رسومات کو ادا کرتا ہے کہ اگر رشتہ دار ناراض ہو گئے تو زندگی گزارنا مشکل ہوگا۔ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے نہیں ڈرتا بلکہ برادری سے تو کس کو محافظ سمجھتا ہے۔ اسی طرح معیشت میں اگر حرام ذرائع استعمال کرتا ہے اور حرام کھاتا ہے تو وہ رازق کس کو سمجھتا ہے اللہ کو یا ان ذرائع واسباب کو پھر اپنے تنازعات اور حدود اللہ میں وہ کس کو حکم مانتا ہے اور کس کے فیصلے کی پابندی کرتا ہے۔

ارکان اسلام تو اصل میں انسان کے نفس کی تربیت کا ذریعہ ہیں کہ اس کا تعلق اپنے مالک سے قائم رہے اور اس پر نسیان طاری نہ ہو جس کی بہترین صورت نماز ہے اور اپنے نفس کی خواہشات کا بندہ نہ بنے جس کے لئے روزہ ہے اور مال کی محبت ایسے حرام میں نہ لے جائے جس کے لئے زکوٰۃ و صدقات ہیں اور وطن کی محبت اسے علیحدہ عصبیت پر نہ لے آئے جس کے لئے حج وعمرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ ان تمام اشیاء کو کام میں لائے لیکن اس کی بندگی میں رہ کر یعنی اس کا ایمان وعقیدہ اس کے مراسم عبودیت' رسومات' طرز معاشرت' کاروبار و معاش اور سیاست اللہ کے عطا کردہ نظام عدل وقسط کے تقاضوں کے تحت ہو' اور وہ پوری زندگی میں اسی کو رب مان کر اس کی اطاعت کرے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نوید خلافت دی ہے وہاں اس خلافت کی اصل غرض و غایت بھی اس عبادت کو قرار دیا ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (النور : 55)

''اللہ تعالیٰ کا تم میں سے ایمان اور عمل صالح کا حق ادا کر دینے والوں سے وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں لازماً خلافت عطا کرے گا' جیسے اس نے خلافت عطا کی ان سے پہلوں کو اور وہ ان کے اس دین (اسلام) کو غلبہ عطا کرے گا جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ وہ میری ہی بندگی کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی کفر کریں تو وہی نافرمان ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اسی مقصد کے لئے اپنے رسولوں کو مبعوث فرماتا رہا ہے کہ وہ اس نظام عدل اجتماعی کو قائم کریں جس کی بدولت اللہ کی فرمانبرداری کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ یہ ہے وہ حق مالک ارض وسماء کا جو بحیثیت انسان ہم میں سے ہر ایک پر عائد ہوتا ہے۔ وہی مالک حقیقی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر جاندار کا رزق اور اس کی زندگی کا اختیار ہے' اور یہی فرمان نبوی ﷺ کہ اللہ کا بندوں پر صرف یہی حق ہے کہ وہ اس کی بندگی کریں اور اس میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اگر وہ یہ کر گزریں تو پھر بندوں کا یہ حق ہے کہ ان کا رب انہیں عذاب نہ دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین O

(جاری ہے)

''ندائے خلافت'' کے معروف کالم نگار عبداللہ جان

کی تازہ تصنیف

جمہوریت کا خاتمہ

The End of Democracy

کینیڈا سے آ گئی ہے۔ قیمت: 875 روپے

پاکستان میں تقسیم کنندگان:

الفیصل ناشران' غزنی سٹریٹ' اردو بازار'

لاہور۔ فون: 7230777

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے

قارئین ''ندائے خلافت'' کو

عید مبارک

اطلاع

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے باعث پریس اور دفتری خانے بند رہیں گے لہٰذا ''ندائے خلافت'' کا آئندہ شمارہ شائع نہ ہوگا

ایٹمی سائنسدانوں کے نام

نذر فیروز

مرے وطن کے عظیم لوگو
مرے وطن کا وقار تم ہو
مرے چمن کی بہار تم ہو
تمھی نے بخشا غرور ہم کو
تمھی نے بخشا سرور ہم کو
جو تم نہ ہوتے تو دشمن دیں
کبھی کا ہم کو مروڑ دیتا
ہماری عظمت کو توڑ دیتا
سلام تم کو عظیم لوگو

☆☆☆

مگر ہماری ہے کم نصیبی
کہ آج زنداں میں قید ہو تم
چمن میں اپنے ہی ہو کہیں گم
''سفید حاکم'' کے حکم پر کیوں
تمہاری تحقیر کر رہے ہیں
ستم کی اک داستاں پرانی
یہ پھر سے تحریر کر رہے ہیں

☆☆☆

کروڑہا مضطرب دلوں کی
دعائیں اب ساتھ ہیں تمہارے
تمہاری عظمت رہے گی باقی
''سفید حاکم'' کے سارے حربے
یہ ڈی بریفنگ' یہ سب مظالم
یقیں کرو خاک میں ملیں گے
وہ دشمنوں کا زوال ہوگا
تمہیں تو حاصل کمال ہوگا
جو ظلم تم پر یہ کر رہے ہیں
وہ ہاتھ باقی نہیں رہیں گے
مرے وطن کا ہر ایک باسی
تمہاری صف میں کھڑا ہوا ہے
وہ جانتا ہے
ہماری عظمت کے پاسباں تم
ہماری عزت کا اک نشاں تم
سلام تم کو عظیم لوگو

☆☆☆

جو وقت آیا تو جان اپنی
تمہاری عظمت پہ وار دیں گے
چمن کو اپنے لہو سے ہم سب
نکھار دیں گے' سنوار دیں گے

جنگ آزادی کا آخری معرکہ

سید قاسم محمود

اب تو ہر طرف سے یہی آواز آتی تھی کہ ''مارو فرنگی کو'' چنانچہ فرنگی کو چن چن کر مارا گیا' شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ شہری و دیہاتی عوام بھی اپنے ٹوٹے پھوٹے ہتھیار لے کر ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ انگریزوں کے مکانات راکھ کا ڈھیر ہو گئے' گورا فوج نے انقلابیوں پر گولہ باری کی' رات بھر مقابلہ ہوتا رہا' باغی سپاہی اور شہر کی عوام جوش و غصے سے بے قابو ہو چکے تھے۔ صرف ایک ہی آواز تھی جو ان کے کھولتے ہوئے خون کی ترجمانی کر رہی تھی۔

''مارو فرنگی کو'' —— دہلی اور میرٹھ کے درمیان ٹیلی گراف کے تار کاٹ دیئے گئے۔ ریلوے لائنوں پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ تقریباً تمام انگریزی افسر مع غرور کے خاک میں ملا دیئے گئے۔

میرٹھ کے عوام تو یہاں انگریز سے سو سالہ انتقام لیتے رہے اور باغی فوج اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق رات ہی میں دہلی کی طرف مارچ کرنے لگی۔ وہ مختلف راستوں سے روانہ ہوئے اور ایک طے شدہ مقام پر مل گئے تاکہ انگریزی فوجیں مقابلہ نہ کر سکیں۔ ان کی مختلف پیدل و سوار ٹولیاں یکے بعد دیگرے دہلی کی طرف روانہ ہونے لگیں۔ اب چاندنی رات میں انقلابی سپاہی پوری آن بان کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

دو ہزار ہتھیار بند ہندوستانی سوار میرٹھ سے چل کر 11 مئی 1857ء کو صبح آٹھ بجے دہلی پہنچ گئے۔ دہلی میں کمپنی کی فوج کا انگریز افسر کرنل ریلے خبر پاتے ہی 54 نمبر کی ہندوستانی پلٹن کو جمع کر کے باغیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ آمنا سامنا ہوتے ہی جس وقت میرٹھ کے سواروں نے ''انگریز حکومت غارت ہو'' ''شہنشاہ بہادر شاہ کی فتح ہو'' کے نعرے بلند کئے تو دلی کے سپاہی بجائے حملہ کے آگے بڑھ کر اپنے میرٹھ کے بھائیوں کے ساتھ گلے ملنے لگے۔ کرنل ریلے گھبرا گیا اور فوراً وہیں پر مار ڈالا گیا۔ دلی کی فوج کے سب انگریز افسر مار ڈالے گئے۔ دونوں مل کر کشمیری دروازے سے دلی میں داخل ہوئیں۔ تمام انگریزوں کے بنگلے جلا دیئے گئے۔ اتنے میں میرٹھ کی پیدل فوج اور توپ خانہ بھی دلی پہنچ گیا۔ میرٹھ کے توپ خانے نے لال قلعہ میں داخل ہوتے ہی شہنشاہ بہادر شاہ کے نام پر 21 توپوں کی سلامی دی۔ فوج کے ہندوستانی افسروں نے شہنشاہ بہادر شاہ کو جا کر سلام کیا اور میرٹھ کا سب حال کہہ سنایا۔ ان افسروں میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ میٹ کاف لکھتا ہے کہ شہنشاہ نے ان سے کہا کہ ''میرے پاس کوئی خزانہ نہیں' میں آپ لوگوں کو تنخواہ کہاں سے دوں گا؟'' سپاہیوں نے جواب دیا ''ہم لوگ ہندوستان بھر کے انگریزی خزانے لا لا کر آپ کے قدموں میں ڈال دیں گے۔'' بوڑھے شہنشاہ نے جنگ آزادی کی راہنمائی منظور کر لی اور سارا قلعہ ''شہنشاہ زندہ باد'' کے نعروں سے گونج اٹھا۔ دلی کے ہزاروں شہری انقلابیوں کے ساتھ مل گئے۔ جو انگریز جہاں ملا' اسے وہیں ختم کر دیا گیا۔

دہلی میں گولا بارود کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جب انگریز فوجی افسروں نے دیکھا کہ اسے بچانا مشکل ہے تو انہوں نے اس ذخیرے میں آگ لگا دی۔ جس سے ایک ہزار توپوں کی ایک ساتھ چلنے کی سی آواز آئی۔ ساری دہلی کے مکان ہل گئے۔ آگ لگانے والے انگریز اسی آگ کے اندر جل کر خاک ہو گئے۔ اور اسی کے ساتھ 25 ہندوستانی اور آس پاس کی گلیوں میں رہنے والے 300 شہری ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گئے۔ 16 مئی 1857ء کو مسلمانوں کے دور اقتدار کے برصغیر کا دارالحکومت دہلی پوری طرح کمپنی کے ہاتھوں سے آزاد ہو گیا اور بہادر شاہ ظفر پھر سے دلی کا عملی شہنشاہ تسلیم کیا جانے لگا۔ اس میں شک نہیں کہ باقی ہندوستان پر اس کا بہت اثر پڑا۔ نانا صاحب اور انقلاب کے دوسرے رہنماؤں نے بہادر شاہ ہی کے نام پر تمام ہندوستان کے راجاؤں' سپاہیوں اور رعایا کو انگریزوں کے خلاف جنگ کی دعوت دی۔ بہادر شاہ کا جھنڈا ہی اس وقت ہندوستان بھر کے انقلابیوں کا جھنڈا تھا۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ میرٹھ' دلی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں ان دنوں ایک ایک انگریز کو چن چن کر مارا گیا۔ مگر ایک بھی انگریز عورت کی توہین انقلابیوں کی طرف سے نہیں کی گئی۔ اس کے ثبوت میں ہم صرف کمپنی کی خفیہ پولیس کے بڑے افسر آنریبل سر ولیم میور کے سی۔ ایس آئی کا بیان نیچے دیتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ: ''چاہے اور کتنا بھی ظلم اور خون خرابہ کیوں نہ ہوا ہو۔ جو قصے انگریز عورتوں کی بے عزتی کے پھیل گئے تھے وہ سب جہاں تک میں نے دیکھا اور تحقیقات کی' بالکل بے بنیاد تھے۔''

میرٹھ اور دہلی کی طرح شمالی ہندوستان کی قریب قریب ہر چھاؤنی میں جنگ آزادی کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ پنجاب کے انگریز عہدے داروں نے بڑی مستعدی اور دور اندیشی سے ہندوستانی فوجیوں کے ہتھیار لے لئے اور اس میں انہیں سکھوں کی تازہ بھرتی کی ہوئی فوج سے بہت مدد ملی۔ سکھوں نے اور پنجاب اور سرحد کے بعض پہاڑی قبائل نے اس جنگ آزادی میں آخر تک انگریزوں کا ساتھ دیا۔ خصوصاً پنجاب کے سکھ سرداروں نے اسی جاں فشانی سے وفاداری کا حق ادا کیا کہ معلوم ہوتا تھا انگریزوں نے چند سال پہلے جو ہزاروں سکھ جوان مار کر ان کی حکومت چھینی تھی' وہ کوئی بہت بڑا احسان تھا۔

بنگال اور نربدا کے جنوب یعنی دکن کے علاقوں میں کوئی قابل ذکر ہنگامہ نہیں ہوا' لیکن مالوہ اور بندھیل کھنڈ اس آگ کے اثر سے محفوظ نہ رہے۔ بلکہ ان علاقوں میں بہت دن تک اس کے شرارے بھڑکتے رہے اور یہاں امن و امان کے قائم ہونے میں سب سے زیادہ عرصہ لگا۔ اس طوالت کا بڑا سبب یہ ہوا کہ ان تھوڑی سی گورا یا دیسی فوجوں کو' جو وفادار تھیں' سب سے پہلے شمالی ہند کے باغیوں سے جنگ کرنی پڑی' جن کے دہلی' لکھنؤ اور کانپور میں تین بڑے جنگی مرکز بن گئے تھے۔ دہلی میں باغی سپاہیوں نے بہادر شاہ کی بادشاہی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور اس شہر کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن بادشاہ کی عمر 80 سال سے متجاوز تھی ایسے ضعیف العمر آدمی سے نظم و نسق کو چلانے اور باغی فوجوں کے مختلف دستوں میں ربط و ترتیب پیدا کرنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی جبکہ شروع ہی سے ایک عضو معطل کی طرح کٹھ پتلی فرماں روا بنے رہنے کی وجہ سے اسے ایسے کاموں کا تجربہ ہی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ اس کے ایک پرجوش فرزند مرزا مغل نے بطور سپہ سالار کام کرنا شروع کیا تھا' مگر وہ بھی شہر اور بیرون شہر کوئی انتظام قائم نہ کر سکا۔ ڈیڑھ دو مہینے کی سخت بدنظمی اور افراتفری کے بعد بریلی کی ایک فوج دہلی پہنچی جس کی تعداد چودہ ہزار کے قریب تھی۔ اس میں صرف کمپنی کے باغی سپاہی نہیں تھے بلکہ بہت سے تازہ مجاہدین بھی بھرتی کئے گئے تھے۔ اس فوج کا سپہ سالار بخت خاں روہیلہ تھا۔ جسے تمام افواج آزادی کا سپہ سالار اعظم تسلیم کر لیا گیا تھا۔ بخت خاں کمپنی کی ملازمت میں ایک معمولی افسر رہ چکا تھا۔ اور اس حیثیت سے فن جنگ کے متعلق اسے کوئی پیشہ ورانہ علم حاصل نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس نے اس انگریزی فوج کا بڑی قابلیت کے ساتھ مقابلہ کیا جس نے دہلی کا محاصرہ کر لیا تھا اور جو سامان حرب اور تربیت نیز پیشہ ورانہ لیاقت میں ہر طرح برتری رکھتی تھی' ہر اعتبار سے برتر انگریز فوج کے مقابلے میں باغیوں کی فوج

کئی لحاظ سے کمزور تھی۔

خاص شہر دہلی میں صدہا اشخاص مفت میں انگریزوں کے لئے جاسوسی کی خدمات انجام دے رہے تھے اور ان کی حکومت قائم کرا دینے کے لئے بے قرار معلوم ہوتے تھے اس قسم کے حالات میں دہلی والوں کا زیادہ عرصے تک انگریزوں کے مقابلے میں جمے رہنا دشوار تھا اور دہلی کے انگریزوں کے ہاتھوں فتح ہوتے ہی باغیوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔

جنگ آزادی کے سب سے بڑے معرکے اودھ میں ہوئے جہاں باغیوں نے کچھ عرصے کے محاصرے کے بعد کانپور اور لکھنؤ دونوں شہروں پر قبضہ کرلیا۔ اور لکھنؤ کی گورا فوج اور انگریز عہدیدار بچ کر نکل گئے لیکن کانپور کے انگریزوں کو محاصرے کی سخت تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ کانپور میں باغیوں کی سربراہی دھوندوپت عرف نانا صاحب کے ہاتھ میں تھی۔ جولائی **1857**ء میں انگریزی فوج نے کانپور فتح کرلیا تھا لیکن نومبر میں اسے گوالیار کی تازہ دم باغی افواج کے ہاتھوں شکست کھا کر شہر چھوڑنا پڑا۔ اس شہر پر انگریزوں کا حتمی قبضہ دسمبر کے آخر میں ہوا۔ پھر تین ماہ کی جنگ و کشمکش کے بعد مارچ **1857**ء میں لکھنؤ پر بھی انگریز قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ نانا صاحب اور اس کے بعض ساتھی بچ کر نیپال کی طرف نکل گئے لیکن اودھ میں باغیوں کی بڑی فوج باقی نہیں رہی تھی۔ جب بریلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو روہیل کھنڈ بھی دوبارہ ان کی گرفت میں آ گیا۔ اور **1857**ء کے اختتام تک اس طرف کا تمام علاقہ انگریز پھر سے فتح کرچکے تھے۔

سب سے آخر میں انگریزوں کو مالوے اور بندھیل کھنڈ کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ملی اور یہاں ان کے مشہور سپہ سالار سر ہیوروز نے پہلے اندور، دھار، ساگر وغیرہ مقامات پر باغی سپاہیوں کو شکست دی اور آخر میں جھانسی پر یلغار کی، جہاں کی بیوہ رانی لکشمی بائی نے اپنی فوج کے سپہ سالار کی حیثیت سے بڑی بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ رانی کے پاس تقریباً بیس ہزار سپاہی جمع ہوگئے تھے اور نانا صاحب اور اس کا موئد و مددگار تھا اور سب سے بڑی کمک ان فوجوں سے پہنچ رہی تھی۔ جنہوں نے کالپی کو اپنا جنگی مرکز بنالیا تھا۔ ان فوجوں میں سب سے بڑے تعداد گوالیار کے باغی سپاہیوں کی تھی جہاں اس زمانے میں ریاست کی فوجیں برطرف کرکے ایک ''امدادی فوج'' انگریز افسروں کی ماتحتی میں متعین کردی گئی تھی لیکن سپاہی جنگ آزادی شروع ہونے پر انگریز افسر کی اطاعت سے انحراف کرتے ہوئے باغی ہوگئے تھے۔ ریاست اودھ کی فوج کے بہت سے برطرف شدہ سپاہی بھی ان سے آ ملے تھے۔ آخر میں خود نانا صاحب کا مشہور فوجی سردار تانتیا توپی اسی لشکر میں چلا آیا تھا۔ اور کالپی کے مرکزی مقام سے شمالی مالوہ، اودھ اور بندھیل کھنڈ میں ہر طرف انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ کو تقویت پہنچا رہا تھا۔

اپریل **1858**ء میں سر ہیوز نے جھانسی پر حملہ کیا۔ تانتا توپی رانی کی مدد کے لئے آیا تھا مگر اسے شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا۔ رانی کو بھی شہر چھوڑ کر کالپی کی طرف ہٹنا پڑا اور انگریز سپہ سالار نے جھانسی کی تسخیر کے بعد کالپی پر پیش قدمی کی۔ اس شہر کے قریب پہنچتے پہنچتے انگریز فوج سے باغیوں کی کئی لڑائیاں ہوئیں۔ مگر ہر جگہ انہیں شکست ہوئی۔ پھر کالپی سے منتشر ہوکر وہ گوالیار کے قریب جمع ہوئے اور اس شہر پر قابض ہوگئے۔ جس میں بہت توپیں اور جنگی ساز و سامان موجود تھا۔ سر ہیوروز اپنے خیال میں کالپی کی لڑائی میں جنگ کا خاتمہ کرچکا تھا لیکن باغیوں کے گوالیار میں جمع ہونے کا سن کر ادھر بڑھا جہاں انگریزوں اور باغیوں کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں باغی ہار گئے۔ جھانسی کی رانی مردانہ وار لڑتی ہوئی ماری گئی (جون **1858**ء) تانتا توپی بھاگ گیا مگر آئندہ سال گرفتار ہوا اور پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ جنگ آزادی کے سلسلے کی یہ آخری لڑائی تھی۔ اس کے بعد باغی سپاہی کسی جگہ بڑی تعداد میں جمع نہ ہوسکے۔ اور آہستہ آہستہ آئندہ سال کے شروع تک یہ جنگ بالکل ختم ہوگئی۔ گجرات، راجپوتانہ، بنگال، اڑیسہ اور جنوبی ہند کے علاقوں میں کوئی قابل ذکر لڑائی نہ ہوئی۔ ریاست حیدرآباد اور نیپال سے خود انگریزوں کی مدد کے لئے فوجی دستے بھیجے گئے اور سکھوں نے عام طور پر انگریزوں کا ساتھ دیا حالانکہ چند ہی سال پہلے کمپنی نے ان کی حکومت کا خاتمہ کیا تھا۔ مختصر یہ کہ جو کچھ جنگ یا ہنگامہ ہوا وہ برصغیر کے وسطی اور شمالی علاقوں میں ہوا۔ اور ان علاقوں میں نہ صرف فوجوں نے بغاوت کی بلکہ جا بجا عوام نے بھی انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اور چند ماہ تک کمپنی کی حکومت کا سارا تسلط اور انتظام درہم برہم کر ڈالا۔ ہر مقام کی جنگ کی تفصیلات لکھی جائیں تو پوری کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ اور اس موضوع پر بڑی ضخیم کتابیں لکھی بھی گئیں ہیں۔ اس جنگ کو شروع کرنے کے لئے اہل برصغیر نے بڑی عمدہ منصوبہ بندی کی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ یہ منصوبہ بندی بڑی لاجواب تھی اگر اس کے مطابق جنگ شروع ہوسکتی تو اس کی کامیابی کے **99** فیصد امکانات تھے لیکن بعض ایسے واقعات رونما ہوئے کہ طے شدہ طریق کار کے مطابق کام نہ کیا جاسکا جس کا نتیجہ جنگ آزادی کی ناکامی اور اہل پاک و ہند کے دردناک مصائب کی شکل میں رونما ہوا۔

(جاری ہے)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرنگرانی ادارہ ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف **1500** روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

النصر لیب: 950۔ بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk **Website**: www.alnasar.com.pk

سود کے متعلق اقتصادی ماہرین کی لاپروائی

عبدالودود خان

✿ تلخ حقائق پر مبنی یہ تحریر ملک سے سود ختم کرانے کی کوشش کا حصہ ہے۔ اس سے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں۔ اگر کسی صاحب کو کوئی بات ناگوار ہو تو راقم ان سے معافی کا خواستگار ہے۔

حامیانِ اسلام کی طویل جدوجہد کے نتیجہ میں اللہ کے فضل سے 23 دسمبر 1999ء سپریم کورٹ شریعت اپلیٹ بنچ نے 30 جون 2001ء تک ملک سے سود ختم کرنے اور بلاسود بنکاری نظام کے نفاذ کا حکم صادر کیا۔ اس حکم کے فوراً بعد حامیانِ سود یہ ثابت کرنے میں مشغول ہو گئے کہ بلاسود بنکاری ناممکن ہے۔ اور یہ کہ موجودہ اسلامی بنکنگ حیلہ سازی ہے۔ لیکن اسلامی اقتصادی ماہرین اور قائدین اس معاملہ سے لاتعلق رہے۔ انہوں نے حامیانِ سود کے دعووں کا جواب دینے اور بلاسود بنکاری نظام تیار کرنے کا اہتمام کیا اور نہ راقم کی پیش کردہ فوری طور پر نافذ العمل بلاسود بنکاری سکیم کی حمایت کی۔ راقم کی متعدد درخواستوں اور یاددہانیوں کے باوجود یہ لاپرواہی ڈھائی سال جاری رہی۔ بتاریخ 14 جون 2001ء سود کے خاتمہ کی تاریخ 30 جون 2002ء تک بڑھادی گئی اور پھر بتاریخ 24 جون 2002ء سپریم کورٹ کا حکم مورخہ 23 دسمبر 1999ء منسوخ ہو گیا۔ اب یہ معاملہ فیڈرل شریعت کورٹ میں زیرِ سماعت ہے۔

بلاسود بنکاری کا لائحہ عمل تیار کرنے اور اسے نافذ کرنے کے لئے حکومت کے مقرر کردہ اعلیٰ اختیاراتی کمیشن نے اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی اور بلاسود بنکاری نظام تیار نہ کیا اور راقم کی پیش کردہ قرض متبادل سکیم کو بلاکسی معقول وجہ نامنظور کر دیا۔ کمیشن نے ارکان سے اس معاملہ میں گفتگو کے لئے راقم کی متعدد درخواستوں کا کمیشن نے کوئی جواب نہ دیا۔

سپریم کورٹ میں شریعت اپلیٹ بنچ میں دو عالم دین جج جناب محمد تقی عثمانی اور ڈاکٹر محمود احمد غازی شامل تھے۔ فیصلہ میں راقم کی پیش کردہ قرض متبادل سکیم تفصیل سے بیان کی گئی ہے اس پر کسی جج نے کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے سکیم کا شرعی جواز اور قابل عمل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی جون 1980ء کی رپورٹ میں اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ سفارش کی کہ بنک اپنے کھاتہ داروں کو غیر پیداواری اور ذاتی ضرورتوں کے لئے قرض متبادل کے اصول کی بنیاد پر قرض دیں۔ لیکن نہ معلوم کیوں اعلیٰ اختیاراتی کمیشن کے رکن مفتی صاحب نے قرض متبادل سکیم اور سپریم کورٹ کے فیصلہ کو پوری طرح سمجھے بغیر چند صریح مغالطوں (مثلاً یہ سمجھنا کہ قرض متبادل "سکیم سے بنکنگ کو سود سے پاک کرنے کا کوئی راستہ نکلتا ہی نہیں") پر مبنی بلاتحقیق سکیم کے ناجائز ہونے کا غلط فتویٰ دے دیا۔ راقم نے ان غلطیوں (مثلاً حدیث میں ربا کا وہ مفہوم لینا جو قرآن میں متعین کردہ ربا کے مفہوم سے مختلف ہو قرآنی آیات کی تشریح کرتی ہے۔ ان کے مفہوم کو بدلتی نہیں) کی نشاندہی کی اور نص قرآنی واحادیث نبویؐ و اجماع امت و تفسیر ابن جریر اور مفتی اعظم مرحوم محمد شفیعؒ کے ارشادات پر مبنی دلائل سے مفتی صاحب کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے نہ کسی دلیل کا جواب دیا نہ اپنے فتویٰ کی مصلحت بیان کی۔ انہوں نے عالم عرب میں شرع اور اقتصاد اسلامی کے ماہر اساتذہ وعلماء عظام کی تحقیقات اور اقتصاد اسلامی سے متعلق تجربہ کار مفتیان کرام کے سکیم کو جائز قرار دیے جانے والے فتویٰ کو بھی کوئی وقعت نہ دی۔ انہوں نے اس سوال کا بھی جواب نہ دیا "بحیثیت ممبر کمشن بلاسود بنکاری نظام پیش کرنے کا جو آپ کا فرض منصبی ہے اس کی ادائیگی آپ کس طرح کریں گے؟" قرض متبادل سکیم کے علاوہ سود کے خاتمہ کی کوئی اور سکیم موجود نہ ہونے کے باوجود مفتی صاحب اس اہم مسئلہ پر غور کرنے اور اپنا غلط فتویٰ واپس لینے کو تیار نہیں۔ وہ سود کے خلاف جدوجہد اور اس کے خاتمے کی کوشش میں تعاون کرنے کی بجائے سود کے خاتمہ کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

موجودہ اسلامک بنک صحیح معنوں میں نہ بنک ہیں اور نہ اسلامی۔ یہ قرض نہیں دیتے جو بنکوں کا اصل کام ہے۔ یہ بوقت ضرورت سودی قرض لیتے ہیں۔ جناب محمد تقی عثمانی جو متعدد اسلامک بنکوں کے شرعی بورڈز کے ممبر یا چیئرمین ہیں نے "Introduction to Islamic Finance" میں لکھا ہے "اسلامک بنک اپنی کم مدتی مالیاتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مجبوراً روایتی بنکوں سے رجوع کرتے ہیں جن کو روایتی بنک کھلے یا مخفی سود کے بغیر مہیا نہیں کرتے"۔ مئی 1998ء میں ایٹمی دھماکہ کے بعد اسلامک ڈیولپمنٹ بنک (جو 1976ء میں شریعت اسلامی کے مطابق مسلم ملکوں اور جمعیتوں کے انفرادی اور مشترکہ اقتصادی و معاشرتی ترقی کے لئے قائم کیا تھا) اور چند دوسرے اسلامک بنکوں نے مل کر پاکستان کو جو پیشکش کی وہ لندن کی شرح سود سے پانچ فیصد زائد شرح پر سودی قرض تھا۔ راقم نے صدر اسلامک ڈیولپمنٹ بنک کی توجہ اسلامک بنکوں کی خامیوں کی طرف دلائی تو راقم کو یہ جواب ملا "اسلامک بنکنگ تحریک پر آپ کے مشاہدات سے متعلق اعلیٰ حضرت صدر اسلامک ڈیولپمنٹ بنک کو پیش کردہ دستاویزات کے حوالہ سے ہم آپ کی کوششوں اور بصیرت کو بڑی قدر کرتے ہیں۔ اسلامی ڈیولپمنٹ بنک کا اسلامک بینکس آفس اسلامک بنکوں کو آپ کی دستاویزات میں بیان کردہ خامیوں سے آگاہ کرنے کی اپنی بہترین کوشش کرے گا۔"

اسلامی اقتصادی ماہرین اسلامک بنکوں کی کامیابیوں کو اسلامی اقتصادی نظام کی برتری اور قابل عمل ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن اسلامک بنکنگ میں دلچسپی لینے اور اسلامی اقتصادی اصولوں کا علم رکھنے والے غیر مسلم اقتصادی ماہرین انکشاف کرتے ہیں کہ موجودہ اسلامک بنکنگ کی عملی شکل اور اسلامی تعلیمات میں تضاد ہے۔ مثال کے طور پر Andrew Cunningham نے "Islamic Bankning and Finance" میں لکھا ہے "بیشتر اوقات اسلامک بنکنگ کی عملی شکل اسلامک بنکنگ کے اصولوں سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ اکثر اسلامی (بنکوں کے) کاروباری معاملات میں (نقصان کے) حقیقی خطرے (اور) نفع نقصان میں شرکت کے بجائے بدلی ہوئی شکل میں سود کارفرما ہوتا ہے۔ Prof.Paul S.Mills اور Prof. Johan R.Presley نے اپنی مشترکہ تصنیف "Islamic finance-Theory & Pracitce" میں لکھا ہے۔ "تقریباً **80-90 فیصد نفع** آور اثاثے قیمت خرید پر زیادت کے طریقہ کار پر تجارت سے متعلق معاملات کے لئے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ اور کچھ سرمایہ کاری کے ذریعہ حصہ داری کے حصول اور مشارکہ میں شرکت کے لئے۔ قیمت پر زیادت کے اصول پر مبنی معاہدے سود پر لئے گئے تجارتی قرضوں کے ساتھ انتہائی مشابہت رکھتے ہیں۔"

اسلامی اقتصادی ماہرین مشارکہ اور مضاربہ کو اسلامک بنکنگ کے بنیادی اصول قرار دیتے ہیں حالانکہ اسلام نہ ان کا حکم دیتا ہے نہ ترغیب۔ یہ قبل از اسلام مروج تھے اسلام نے ان سے منع نہیں کیا جس سے ان کی صرف اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اسلامک بنکنگ سے متعلق اسلامی تعلیمات میں کوئی حکم نہیں ہے صرف قرض کی ترغیب ہے۔

حدیث قدسی کے مطابق قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام قرض کی ترویج چاہتا ہے۔ فی زمانہ یہ مقصد صرف قرض متبادل سکیم کو بنکنگ میں بروئے کار لانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلامی اقتصادی ماہرین نہ معلوم کیوں صنعت و تجارت کے لئے قرض کی مذمت کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض صحابہ کرامؓ اور امام ابوحنیفہؒ نے قرض کی رقم سے تجارت کی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی تصنیف ''سود'' میں لکھا ہے ''قرض وہ چیز ہے جو انسانی زندگی کی ناگزیر ضروریات میں سے ہے۔ افراد کو بھی اپنے ذاتی معاملات میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کاروباری لوگوں کو بھی آئے دن اس کی حاجت رہتی ہے۔ اور حکومتوں کا کام بھی اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس کثرت سے اتنے بڑے پیمانہ پر قرض کی بہم رسانی آخری نری خیرات کے بل پر کہاں تک ہو سکتی ہے''۔ اسلامک ڈیویلپمنٹ بنک کے اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے ریسرچ پیپر نمبر 29 میں لکھا ہے ''سود کے موثر طور پر ہٹائے جانے کے لئے اقتصاد اسلامی کو سرمایہ کے کل جہتی طریقہ کار کی ضرورت ہے جس کی تعریف یہ ہے طریقہ کار کی ہے جو کاروباری اداروں کے لئے سرمایہ مہیا کرے لیکن ان کے طویل مدتی ملکیتی ڈھانچہ پر اثر انداز نہ ہو''۔ صرف قرض کے ذریعے ہی کاروباری اداروں کے لئے سرمایے کی ایسی ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں۔

اسلامک بنکنگ تحریک شروع ہوئے تقریباً تیس سال ہو گئے ہیں اور اس وقت تقریباً دو سو اسلامک بنک 70 ملکوں میں مسلمانوں کے اسلامی جذبہ کی وجہ سے خوب نفع کما رہے ہیں۔ لیکن ایک بھی اسلامک بنک ایسا نہیں ہے جو صحیح معنوں میں اسلامی بھی ہو اور بنک بھی کیونکہ اسلامی اقتصادی ماہرین مضاربہ و مشارکہ کو اسلامک بنکنگ کی بنیاد سمجھنے اور قرض کو غیر مرغوب شے قرار دینے کی وجہ سے ایسا بلاسود بنکاری نظام وضع کرنے میں ناکام رہے جو موجودہ نظام کی جگہ لے سکے اور ترقی و بہبود کے لئے بڑے پیمانے پر قرض کی ضروریات پوری کر سکے جو روایتی بنک سود کی بنیاد پر پوری کرتے ہیں۔ خود بلاسود بنکاری نظام وضع نہ کر سکنے کے باوجود اسلامی اقتصادی ماہرین فوری طور پر سود ختم کرنے کی قرض متبادل سکیم کی تائید نہیں کرتے اور بعض تو اس وجہ سے اس کی مخالفت بھی کرتے ہیں کہ اس کے موجد مرحوم پروفیسر شیخ محمود احمدؒ پیشہ ور اقتصادی ماہر نہیں تھے حالانکہ ان کی تعریف میں سپریم کورٹ کے فیصلہ میں لکھا ہے ''ہمارے ملک کے سب سے زیادہ ممتاز ماہر اقتصادیات محقق اور اعلیٰ مفکر جس نے اپنی زندگی کا قابل قدر حصہ مسئلہ سود کے غور و فکر میں صرف کیا۔''

بے شک قرض پر سود حرام ہے۔ اسی وجہ سے موجودہ بنکاری نظام قابل مذمت ہے۔ لیکن بلاسود قرض کی مذمت اور فوری طور پر سود ختم کرنے کی بلاسود قرض سکیم کی مخالفت کرنا فاش غلطی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ملت اسلامیہ ایسے طریقہ کار سے محروم ہے جس کے ذریعہ سود کے عذاب سے بلا تاخیر نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ سود ختم کرنے کی قرض متبادل سکیم میں دو فریقوں کے درمیان بلاسود قرضوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ مثلاً کسی تاجر کو دس لاکھ روپیہ ایک سال کے لئے قرض چاہئے۔ وہ مطلوبہ قرض بنک کو ایک لاکھ روپیہ دس سال کے لئے قرض دے کر حاصل کر سکتا ہے۔ تاجر بنک کا دس لاکھ روپیہ ایک سال بعد واپس کرے گا اور بنک تاجر کا ایک لاکھ روپیہ دس سال بعد واپس کرے گا۔ اس دس سال کے عرصہ میں بنک تاجر کی رقم کو نفع بخش تجارت اور جائز کاروبار میں لگا کر اپنا خرچ اور بنک کے حصہ داروں اور کھاتہ داروں کے لئے نفع کمائے گا۔ اس سکیم کی پوری تفصیل راقم کی کتاب "Interest Free Bankning" میں درج ہے۔ جو صاحب اس معاملہ میں دلچسپی رکھتے ہوں اور سود کے خاتمہ کی جدوجہد میں عملاً کچھ کرنے کو تیار ہوں وہ یہ کتاب بلا قیمت حاصل کرنے کے لئے راقم سے رابطہ کریں۔

فیڈرل شریعت کورٹ میں ربا کیس کی سماعت کے دوران حامیان سود یقیناً اسلامک بنکنگ سے متعلق اپنے دعوے دہرائیں گے جن کی موثر تردید کے لئے لازم ہے کہ اسلامی اقتصادی ماہرین اور قائدین فوری طور پر نافذ العمل بلاسود بنکاری نظام پیش کرنے کا اہتمام کریں۔ جو وہ سب خدمات انجام دے سکے جو وہ موجودہ نظام انجام دیتا ہے۔ جن میں اہم ترین کام وسیع پیمانے پر قرضوں کا اجراء ہے۔ اگر وہ اپنا تیار کردہ ایسا نظام پیش نہیں کر سکتے تو ان پر لازم ہے کہ وہ قرض متبادل سکیم کی پُر زور تائید و حمایت کر کے سود کے خاتمے کی جدوجہد میں موثر کردار ادا کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ آمین ثم آمین!

عبدالودودخان
E-mail:aw_khan@hotmail.com
25/1, Street 15, Cavalry Ground
Lahore Cannt Pakistan.
Tel:6676678

کاروان خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی ناظمات اور نقیبات کے اجلاس کی روداد

اجلاس 10 جنوری 2004ء کو مرکز گڑھی شاہو میں تین بجے منعقد ہوا۔ محترمہ ناظمہ علیہ صاحبہ ناظمہ تربیت حلقہ لاہور نائب ناظمہ حلقہ لاہور اور لاہور کی مختلف تنظیموں کی نقیبات اور نائب نقیبات نے شرکت کی۔ جن میں شمالی جنوبی کینٹ فیروز والا اور شرقی تنظیم شامل تھیں۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد ناظمہ تربیت نے اجلاس کا ایجنڈا بیان کیا اور پھر نقیبات کو دعوت دی کہ وہ اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کریں۔ تمام تنظیموں کو درپیش مسائل اور پانچ سالہ نصاب سے متعلق ان کی مشکلات کا جائزہ لیا گیا۔ مجموعی طور پر زیادہ تر حلقوں کی پیش رفت نسبتاً غیر تسلی بخش اور پڑھائی کی رفتار کافی سست پائی گئی۔ نقیبات اور رفیقات جن مشکلات سے دوچار ہیں ان میں سے چند کا ذکر کچھ یوں ہے:

1۔ زیادہ تر رفیقات اپنے اسروں میں باقاعدگی سے شامل نہیں ہوتیں اور نقیبات کے لئے تمام رفیقات کو ایک ساتھ لے کر چلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً باقاعدگی سے آنے والی خواتین بھی نصاب مکمل نہیں کر سکتیں۔ اس ضمن میں ناظمہ تربیت نے واضح ہدایات دیں کہ آئندہ سے تمام رفیقات نے محض اپنے نصاب کو ترجیح دینی ہے اور جو رفیقات ساتھ نہیں چل پا رہیں وہ اپنا نصاب ذاتی طور پر مکمل کریں اور پورے سال کے نصاب کو بہت توجہ، اخلاص اور عملاً اپنی ذات پر نافذ کرنے کے حوالے سے پڑھیں۔

2۔ دوسرا اہم نقطہ تنظیمی رفقاء کا اپنی خواتین سے عدم تعاون تھا جس کی وجہ سے بعض خواتین شدید پریشانی کا شکار ہو جاتی ہیں اور اپنی تنظیمی ذمہ داریاں جن کی اجازت بھی ان کو اصولی طور پر حاصل ہوتی ہے ان کو ادا نہیں کر پاتیں۔ خواتین نے نہایت پرزور استدعا کی کہ امیر تنظیم اور دیگر ذمہ دار افراد اس مسئلے میں ذاتی دلچسپی لیں۔ اپنے رفقاء کو احساسِ ذمہ داری دلائیں تاکہ وہ اپنی خواتین کی دینی تعلیم میں معاون ثابت ہوں۔ ناظمہ حلقہ نے بھی اس کی تائید کی اور کہا کہ حقیقتاً ہماری خواتین جو کہ ابھی تک بنیادی قرآنی تعلیم سے بھی محروم ہیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ وہ آنے والی نسل کی تربیت بہترین انداز سے کر سکیں۔

3۔ پانچ سالہ نصاب سے متعلق امتحانات کا سلسلہ اگرچہ فی الحال ملتوی کر دیا گیا ہے۔ لیکن زیادہ تر خواتین کا اصرار ہے کہ اس کو دوبارہ جاری کیا جائے ورنہ اس کے بغیر پڑھائی پوری توجہ سے نہیں کی جاتی۔ دوسرا تجوید کی صورتحال بھی تسلی بخش معلوم نہیں ہوئی جس پر ناظمہ حلقہ نے مشورہ دیا کہ جن خواتین کو کوئی پڑھانے والا موجود نہیں وہ ''لحن جلی'' کے قاعدے کو باقاعدگی سے پڑھیں اور کوشش

جاری رکھیں۔

ناظمہ حلقہ لاہور نے 5 سالہ نصاب کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ نصاب بہت سوچ سمجھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ لہٰذا نقیبات خود بھی اور اپنی رفیقات کو ''رحماء بینھم'' کی صورت میں تعلیم دیں اور بیعت کے الفاظ کہ ''ان تھجرو کل ما کرہ ربک'' کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے پہلے اپنے آپ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ تمام رفیقات تنظیم اسلامی اپنا مقصد حیات رضائے الٰہی کا حصول اور اُخروی نجات کو بنائیں اور اس ضمن میں سب سے پہلے خود اپنی ذات پر اسلام نافذ کریں۔ پھر اپنے دائرہ کار میں اور پھر ایسے جواں مرد تیار کریں کہ جو اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے درکار ہیں۔

اسرہ میں نصاب پڑھانے کے طریقہ کار کو یوں واضح کیا کہ سب سے پہلے تجوید و ترجمہ قرآن پھر منتخب نصاب پھر لٹریچر اور معارف الحدیث کو پڑھا جائے۔ اسرہ ختم ہونے میں جب آدھ گھنٹہ رہ جائے تو عملی گفتگو نقیبہ صاحبہ ضرور کریں' جس میں شرعی پردے کے نفاذ اور رسومات و بدعات سے بچنے کی عملی کوشش کی طرف توجہ دلائی جائے۔ جن رفیقات نے مبتدی امتحان دے دیا۔ ان کے لئے نصاب کا تیسرا مرحلہ یعنی تیسرے سال کا نصاب بتایا کہ تجوید لحنِ جلی کے ذریعے بلکہ مزید بھی سیکھیں۔ ترجمہ قرآن سورہ کہف تک منتخب نصاب عمل صالح مکمل (15 سباق) لٹریچر منہج انقلاب نبوی 3 لیکچرز اور معارف الحدیث کی دو جلدیں مل کر نصاب مکمل کرتی ہیں۔

اس کے بعد نائب ناظمہ حلقہ لاہور نوشین تاج نے دفتری مسائل کے حوالے سے گفتگو کی۔ سب سے پہلے انہوں نے ماہانہ رپورٹ فارم کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ان کا کہنا تھا کہ چونکہ اس فارم کا مقصد رفیقات کی ذاتی تربیت کے حوالے سے ان کو ہوشیار رکھنا ہے۔ اس لئے نامکمل اور بے توجہی سے پر کئے فارم خود رفیقات کے لئے نہایت نقصان دہ ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں اس تنظیم میں آنے کا مقصد ہر وقت یاد رکھنا چاہئے اور شعوری طور پر اپنی غلطیوں کا جائزہ لے کر اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

دوسری بات انہوں نے نقیبات کے حوالے سے کی کہ تمام عہدہ دار خواتین اگر کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں یا کسی قسم کی شکایت ہو تو اس کو لازماً تحریری شکل میں دفتر پہنچائیں تاکہ اس پر غور و فکر کر کے کارروائی کی جاسکے۔ زبانی کلامی بات چیت نہ کی جائے۔

ان کے بعد محترمہ رعنا ہاشم خان جو کہ شکاگو کی ناظمہ ہیں اور ندائے خلافت کے قارئین کے لئے ایک جانا پہچانا نام ہیں ان سے گفتگو ہوئی۔ اپنی تنظیم کے حوالے سے ان کی باتیں خاص طور پر پاکستانیوں کی حالتِ زار کے حوالے سے نہایت تشویشناک ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ پاکستانیوں کو مغرب کی اندھی تقلید کی بجائے اپنے دین کو اپنا اصل مقصد حیات بنانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی یہ بات صد فیصد سچ ثابت ہو رہی ہے کہ اللہ کی طرف سے عذاب کا پہلا کوڑا عربوں پر اور دوسرا پاکستان پر پڑے گا۔ پاکستان سے مراد صرف پاکستان کے اندر رہنے والے پاکستانی ہی نہیں بلکہ امریکہ میں مقیم پاکستانی بھی مراد ہیں جن کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کیا جا رہا ہے۔

سب سے آخر میں ناظمہ علیہ صاحبہ نے رفیقات کو چند نہایت اہم نصیحتیں کیں۔ انہوں نے سب سے پہلے نماز اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے پر زور دیا۔ اس کے بعد خواتین کو ہدایت دی کہ ان کا سب سے پہلا دائرہ کار ان کا شوہر' اولاد اور گھر ہے۔ اس لئے وہ تعلیم و تربیت کے ساتھ سب سے زیادہ توجہ ان پر ہی دیں اور دوسری تمام سرگرمیوں کو ثانوی درجے میں رکھیں اور جو رفیقات اسروں میں شامل نہ ہو سکیں پہلے سے ضرور آگاہ کر دیں اور گھروں میں نصاب کو مکمل کریں۔ اجلاس کا اختتام مغرب کے وقت ہوا جس سے پہلے خواتین کو چائے پیش کی گئی اور ناظمہ علیہ نے دعا کرائی۔ (عائزہ ندیم)

اسرہ باڈوان اور اسرہ بٹ خیلہ کا مشترکہ اجتماع

اسرہ باڈوان (ضلع دیر) اور اسرہ بٹ خیلہ (مالاکنڈ ایجنسی) کا مشترکہ تنظیمی اجتماع بروز اتوار 4 جنوری 2004ء بعد نماز ظہر بمقام مسجد الفاروق باڈوان (ضلع دیر) منعقد ہوا۔ حلقہ سرحد شمالی کے ناظم دعوت جناب مولانا غلام اللہ خان حقانی خصوصی دعوت پر تشریف لائے۔ شوکت اللہ شاکر' نقیب اسرہ بٹ خیلہ نے اس خصوصی تنظیمی اجتماع کا مقصد مختصراً بیان کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ جناب تنظیم الحق' نقیب اسرہ باڈوان حصولِ معاش کے سلسلے میں تیمر گرہ منتقل ہو رہے ہیں لہٰذا نظم کے تحت نئے نقیب کا تقرر ضروری ہے تاکہ اس علاقہ میں تنظیمی و دعوتی سرگرمیاں بطریق احسن جاری رکھی جا سکیں۔ بعد ازاں جناب تقویم الحق کو اسرہ باڈوان کی نقابت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جناب مولانا غلام اللہ خان حقانی نے موقع کی مناسبت سے تنظیم اسلامی کے تنظیمی ڈھانچہ پر مفصل گفتگو کی اور دیگر تناظیم اور جماعتوں سے تنظیم اسلامی کے مابہ الامتیاز اوصاف بیان کئے۔ آپ نے فرمایا کہ تنظیم اسلامی کے تنظیمی ڈھانچے میں سب سے بنیادی اور فیصلہ کن ذمہ داری نقیب اسرہ کی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ نقباء کے مناسب حد فعال اور متحرک ہونے پر ہی تنظیم کی پیش رفت کا اصل انحصار اور دار و مدار ہے۔ بعد ازاں مولانا صاحب موصوف نے ''نظام العمل'' میں درج ''نقیب اسرہ کے فرائض منصبی'' بیان کئے اور ان کی وضاحت کی۔ اس اجتماع میں دونوں اسرہ جات کے آٹھ رفقاء اور دو احباب نے شرکت کی۔ دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: شوکت اللہ شاکر' نقیب اسرہ بٹ خیلہ)

منفرد اسرہ ساہیوال کی رمضان المبارک میں دعوتی سرگرمیاں

☆ استقبال رمضان کے حوالے سے ساہیوال میں راقم کے گھر پر ایک پروگرام ہوا جس میں 60 احباب اور 70 خواتین نے شرکت کی۔ راقم نے گفتگو کی۔

☆ 28 شعبان کو فوڈ ویلی ریسٹورنٹ اوکاڑہ میں استقبال رمضان کا ایک موثر پروگرام ہوا۔ اس میں 50 کے قریب پروفیسر خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ یہاں پر راقم نے ایک گھنٹہ گفتگو کی اور اتنا ہی وقت سوال و جواب کی نشست رہی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فوڈ ویلی ریسٹورنٹ میں ماہانہ درسِ قرآن کا آغاز ہو گیا۔

☆ 6 سے 26 رمضان تک روزانہ کی بنیاد پر آدھے گھنٹے کا درس قرآن ہوتا رہا۔

☆ عارف والا میں راقم کے برادر بزرگ عبداللہ صاحب کے پرائیویٹ سکول میں ایک درس قرآن کی محفل ہوئی۔ جس میں 100 کے قریب خواتین و حضرات نے شرکت کی۔

☆ عارف والا میں اسی دن ایک اہلحدیث مسجد میں بھی خطاب کا موقع ملا جو کہ پون گھنٹہ جاری رہا۔ احباب کی تعداد 20 رہی۔

☆ ساہیوال کے قریب قصبہ نور شاہ میں تھانہ کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر درس قرآن کی محفل ہوئی۔ اس موقع پر ایس ایس پی ساہیوال بھی موجود تھے۔ حاضرین کی تعداد 100 کے قریب تھی۔

☆ ساہیوال میں ایک درس حدیث کا پروگرام ہوا۔ اس میں 100 احباب نے شرکت کی۔ جب کہ خواتین کی تعداد 60 رہی۔

☆ ایک ایڈووکیٹ کی رہائش گاہ پر درسِ قرآن کا خصوصی پروگرام ہوا جس میں وکلاء حضرات اور معززین شہر نے شرکت کی۔ شرکاء کی تعداد 45 تھی۔

☆ پولٹری کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے ایک ویٹرینری ڈاکٹر نے اپنے سٹاف اور احباب کے لئے ایک افطار ڈنر کا اہتمام کیا جس میں خصوصی طور پر راقم کے درس قرآن کا پروگرام رکھا گیا۔

☆ جمعۃ الوداع کو راقم نے ختم قرآن کی 4 محافل میں شرکت کی اور عظمت قرآن کے حوالے سے گفتگو کی۔

☆ 27 ویں شب کو میاں محمد یونس صاحب کی رہائش گاہ پر ختم قرآن کی محفل ہوئی۔ یہاں پر ایک گھنٹہ گفتگو کا موقع ملا۔ حاضرین میں معززین شہر کثیر تعداد میں موجود تھے اور کئی سیاسی لیڈر بھی موجود تھے۔

☆ 28 ویں شب کو معروف صنعتکار میاں لطیف صاحب کی رہائش گاہ پر ختم قرآن کی محفل ہوئی۔ یہاں پر راقم نے خصوصی درسِ قرآن دیا اور دعا کرائی۔ شرکاء کی تعداد 80 تھی۔

الحمد للہ اس ماہ کے دوران 3 احباب نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے اور ان کاموں میں جن احباب نے خصوصی محنت کی ہے ان کی محنت کو توشہ آخرت بنائے۔ آمین (رپورٹ: عبداللہ سلیم' نقیب منفرد اسرہ ساہیوال حلقہ لاہور)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

religion from him.

Verily, I have left amongst you the Book of Allah and the Sunnah of His Prophet if you hold fast to them, you shall never go astray. And if you were asked about me what would you say? To this the audience replied "We bear witness that you have conveyed the message and discharged you ministry."

The Prophet addressed the assembly again on Friday, Dhul Hijjah 10 A.H March 632 A.D. In this address besides repeating some of the important points of the previous address, he opened his oration by praising Allah and expressing his gratitude to Him. He then said:-

(O people! Verily the intercalation. (of a prohibited month) aggravates infidelity). Thereby leading unbelievers to wrong. By making some months lawful one year and making them unlawful in another year to bring them in conformity with the number (of months) which Allah declared unlawful. They make violable that which Allah has declared to be inviolable and consider inviolable what Allah declared, to be violable. The pattern according to which the time is recorded is always the same. With Allah the months are twelve in number. Four of which are holy, Three of these are successive and one accurssingly between the months of Jumada and Sh'aban. Do not transgress the limits in these months,

Verily the time has evolved in its own way from the day when the heavens and the earth were created. The number of months according to Allah are twelve of which four are sacred; three of these are consecutive-Dhul-Qidah-Dhul-Hijjah and Muharram. Rajab, on the other hand, falls between Jummada and Sha'ban.

O people! Do you know what day it is, which territory we are in and which month it is? To this the people replied; Allah and His Messenger know best. He then said is today not the day of sacrifice; and the territory we are in sacred, and the month a sacred month? To each question the people replied in the affirmative. Then the Prophet said: Therefore, I apprise you that your lives, your property, and your honour are similarly as sacred to one another as this sacred day of this sacred month, in this sacred town. Soon you will be meeting your Lord and He will ask you about your actions.

As for your slaves! See that you feed them with such food as you eat yourselves; and clothe them with clothes that you yourselves wear. If they commit a fault which you do not want to forgive, part with them. They are not to be chastised for they are the servants of Allah.

Behold! Listen to me! Worship your Lord; offer prayers five times a day; observe fasts in the month of Ramadan; make pilgrimage to the House of Allah (the Ka'bah); pay the Zakat (poor-rate) on your property easily and obey your Amir, only then will you be worthy of a place in heaven.

Let those who are present convey my message to those who are absent. For happily, many among the people to whom the message is conveyed may become more mindful, More perhaps, then those present in the audience. The Prophet picked up from which he left off his oration the next day and added:

O people! Verily your Lord is one and your father is one. All of you belong to the ancestry of Adam and Adam was created from clay. An Arab is not superior to an non-Arab; neither is a non-Arab superior to an Arab, similarly the white has no superiority over the black no does the black have superiority over the white; except in piety. Verily the noblest among you is the one who is the most pious.

Behold! Those present here should convey my message to the ones not present. Don't turn to unbelief after I am gone and start killing one another. Have I conveyed the message? After this query he looked towards the heavens and again enquired:

O Lord! Have I delivered the message and discharged my ministry, "Yes" cried the people crowding around him. "Yes, verily you have"! He then raised his finger towards the sky and thrice said: "O Lord! I beseech you to bear witness unto this" With these words the Prophet concluded his address and said farewell to the people.

He then alighted from his camel and offered the noon and afternoon prayers together. It was at his instance that the verse regarding the completion of religion was revealed:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

"This day have I perfected your faith for you and completed my favor upon you and chosen al-Islam as your religion.

(Translation into English by Dr. Khalid Alvi)

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 5

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

FAREWELL ADDRESS to Humanity
by the Last Prophet (P.B.U.H)

On the 9th of Dhu al-Hajjah/March 632 Ad, after performing the morning prayer, the Prophet proceeded to Arafat. Reaching at a spot called Namira he commanded his companions to put up a tent for him. He stayed there awhile and after the sun passed its Zenith he rode on until he reached the valley of Uranah. It was here that he, while sitting on his camel, delivered a sermon in a loud voice to the people. He said:

"All praise belongs to Allah. We glorify Him, seek His help and pardon, and turn to him. We take refuge with Allah from the evil within ourselves and from the evil consequences of our deeds. None can lead astray the one whom Allah guides aright, and none can guide aright whom he leads astray. I bear witness that there is no God but Allah alone. Who has no partner and bear witness that Muhammad is His servant and Messenger. I admonish you, O servants of Allah! to fear Allah and I urge you to be obedient to Him. I open my address with that which is good, and he said:

"O people! Listen carefully to my words: for I know not whether I shall ever be amongst you here again after this year. O people! Verily your blood, your property and your honor are sacred and inviolable, just as this day and month is sacred to all of you till the day you appear before your Lord. Verily you will meet your Lord and be held accountable for your actions. Have I not conveyed the message? O Allah! Bear witnesses. He who has another's trust with him he should restore it to the person who deposited it with him.

Beware! No one committing a crime is responsible for it but him himself. The son is not responsible for a crime committed by his father, nor is the father responsible for crime committed by his son.

O people! Listen to my words and try to understand what I say. Know you that a Muslim is brother of another Muslim and together they form a single brotherhood. Nothing of a brother Muslim is lawful to another Muslim except what he himself allows willingly. Therefore, do not oppress one another. O Allah! Have I not conveyed the message?

Behold! All the practices of paganism and ignorance are now under my feet. The revenge killings of the days of ignorance are likewise remitted. The first claim to avenge blood which I hereby abolish is that of Ibn Rabi'ah b. al-Harith who was nursed in the tribe of Sa'ad and whom the Hudhayl killed. Usury is forbidden, but you are entitled to recover the principal amount. Wrong not and you would not be wronged. Allah has decreed that there should be no usury and I make a beginning in this regard by remitting the amount of interest which, 'Abbas b. 'Abdul-Muttalib was to receive from others. Verily, I have remitted all of it.

O people! Fear Allah with regard to women. Verily you have taken them on an oath you made before Allah by virtue of which their persons have been made lawful unto you. Verily you have rights over them and your women have rights over you. It is incumbent upon them to honor their conjugal rights and not to commit acts of impropriety. If they do so, you have the right to chastise them, but not severely. However, if your wives refrain from impropriety and are faithful to you clothe and feed them suitably. Behold! Injunctions have to be imposed on women in a kind manner.

O people! Listen and obey (your leader) even if a mangled Abyssinian slave is made your Amir provided he enforces (the command of) the book of Allah among you.

O people! Verily Allah has ordained a share for every one in inheritance. The child belongs to the one on whose bed he was born and the violator of wedlock shall be stoned. May the curse of Allah, the Angels and people be upon the one who attributes his ancestry to someone other than his father or claims his clientship to other than his masters. Whatever right he does or repentance he makes will never be accepted by Allah.

O people! Verily Satan has now lost hope of being ever worshipped in his land of yours widely; however, people will obey him in matters which they think to be trivial. This too, will please him; therefore, it's necessary for you to guard your